ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

ہمارے سلسلہ کے اُصول

''اسی خدا کو مانو جس کے وجود پر توریت اور انجیل اور قرآن تینوں متفق ہیں۔ کوئی ایسا خدا اپنی طرف سے مت بناؤ جس کا وجود ان تینوں کتابوں کی متفق علیہ شہادت سے ثابت نہیں ہوتا۔ وہ بات مانو جس پر عقل اور کانشس کی گواہی ہے اور خدا کی کتابیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں۔ خدا کو ایسے طور سے نہ مانو جس سے خدا کی کتابوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ زنا نہ کرو، جھوٹ نہ بولو اور بدنظری نہ کرو اور ہر ایک فسق اور فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کی راہوں سے بچو۔ اور نفسانی جوشوں سے مغلوب مت ہو اور پنج وقت نماز ادا کرو کہ انسانی فطرت پر پنج طور پر ہی انقلاب آتے ہیں۔ اور اپنے نبی کریم صلعم کے شکر گزار رہو، اس پر درود بھیجو کیونکہ وہی ہے جس نے تاریکی کے زمانے کے بعد نئے سرے خدا شناسی کی راہ سکھلائی۔۔۔ یہ وہ میرے سلسلہ کے اصول ہیں جو اس سلسلہ کے لئے امتیازی نشان کی طرح ہیں جس انسانی ہمدردی اور ترک ایذاء بنی نوع اور ترک مخالفت حکام کی یہ سلسلہ بنیاد ڈالتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں میں اس کا وجود نہیں۔ ان کے اصول اپنی بے شمار غلطیوں کی وجہ سے اور طرز کے ہیں جن کی تفصیل کی حاجت نہیں اور نہ یہ ان کا موقع ہے''۔ (ضمیمہ تریاق القلوب)

اداریہ

نفاق ایک مہلک ترین روحانی مرض

نفاق روحانی بیماریوں میں انتہائی قبیح قسم کی بیماری ہے۔ یہ بیماری جن افراد اور معاشروں میں جڑ پکڑ لے وہ افراد، معاشرے اور قومیں تباہی کے گڑھے میں جا گرتی ہیں۔ نفاق کی بیماری کفر سے بھی کہیں بڑھ کر مہلک اور خطرناک ہے۔ قرآن کریم نے اس کو ''مرض'' کا ہی نام دیا ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 10 میں آتا ہے: ''ان کے دلوں میں بیماری ہے سو اللہ نے ان کی بیماری کو بڑھایا''۔ نفاق نام ہے اس بات کا کہ ظاہر کچھ کرے اور دل میں کچھ ہو۔ عربی زبان میں نافقہ اس سوراخ کو کہتے ہیں جس کے دو منہ ہوں اور قرآن مجید نے منافق کے لئے ذوالوجہین یعنی دو چہروں والا کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ منافق چونکہ دو قسم کی چالیں اختیار کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو اس نام سے پکارا جاتا ہے۔ حقیقی طور پر تو منافق وہ شخص ہے جو ظاہر میں ایمان لاتا ہے اور اندر سے کافر رہتا ہے لیکن اس کے علاوہ قرآن پر ایمان کا اقرار کرنا مگر عملی طور پر اپنے رسوم اور خواہشات نفس کی پیروی کرنا یہ عملی نفاق ہے۔ شرک کی باریک در باریک راہوں کی طرح نفاق کی بھی باریک در باریک راہیں ہیں جس طرح ایک مومن کہلانے والا شخص شرک کی باریک قسموں میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن اس روحانی بیماری میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے۔ صحابہؓ جن کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنھم ورضواعنہ (100:9) فرمایا ہے اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''تم میں ایمان کی محبت ڈال دی گئی ہے اور ایمان تمہارے دلوں کو بھی عمدہ معلوم ہوا اور کفر، گناہ اور نافرمانی سے تم کو نفرت دلائی گئی یہی لوگ نیک راہ پر ہیں'' (7:49)۔ ان پاک نفوس کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ لگتا ہے کہ وہ مطہر وجود کس قدر نفاق کی بیماری کے متعلق حساس تھے۔ یہ بیماری ایسی باریک در باریک ہے کہ وہ پاک وجود بھی اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ کہیں یہ بیماری پیدا نہ ہوجائے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھتے تو ان پر ایک ربودگی کی کیفیت ہوتی اور وہ انقطاع الی اللہ کی حالت میں ہوتے لیکن جب وہ آپ ؐ کی صحبت سے اُٹھتے تو یہ حالت جاتی رہتی تو اس کے متعلق بھی وہ فکر مند ہوجاتے کہ کہیں یہ نفاق کے باعث نہ ہو۔ ایک مشہور صحابی حضرت حنظلہؓ کے متعلق ذکر آتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اُٹھ کر گئے تو گھر جا کر اور کاموں میں مصروف ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ؐ کی خدمت میں دوڑتے ہوئے آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً مجھ میں نفاق ہے جب آپ ؐ نے پوچھا کہ کیوں خیر ہے تو جواب دیا کہ جب آپ ؐ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو ایک اور ہی عالم محویت طاری ہوتا ہے۔ لیکن گھر جا کر دیگر کاموں میں مشغول ہونا پڑتا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ یہ تو قبض وبسط ہے یہ منافقت نہیں۔ ہم دیکھیں اور اس بات کا اندازہ لگائیں کہ اللہ کی رضا کے سند یافتہ صحابہؓ کس قدر محتاط ہیں۔ ہمیں تو ایسی کوئی سند بھی نہیں ملی، پھر ہمیں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ صوفیاء کے نزدیک کفر، شرک، نفاق اور ریا کے باریک شعبے ہیں اور انہوں نے ہر ایک شعبہ سے بچنے کے لئے بڑے بڑے مجاہدے تجویز کئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند عمومی علامات یہ بتائی ہیں کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے، جھگڑے میں گالی گلوچ پر اُتر آتا ہے، نمازوں کو بددلی سے ادا کرتا ہے (القرآن 4:142)۔ بعض احادیث میں منافق کے متعلق آتا ہے کہ فجر اور عشاء منافق پر بوجھل ہوتی ہیں، منافق بخیل اور تنگ دل ہوتا ہے (القرآن 67:9)۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کے دور کے منافقین کے متعلق انتہائی سخت قسم کا رویہ اختیار کیا ہے ان کے لئے دنیاوی طور پر یہ سزا تجویز کی کہ ان سے کوئی روحانی اور جسمانی تعلق نہ رکھا جائے ان سے زکوٰۃ بھی نہ لی جائے۔ اور نہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقت سے بیزاری کے اظہار کے طور پر اس قدر سخت رویہ اختیار کیا تا کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ سے محبت کرنے والے مومنین اس برائی سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں۔ نفاق اعمال کو اس طرح ضائع کردیتا ہے جس طرح گھن لکڑی کو ضائع کردیتا ہے۔ اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کو نفاق کی بیماری سے محفوظ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اور نفاق کی تمام علامات سے اپنے آپ کو پاک کرے۔

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

برموقع ''رمضان المبارک'' فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام، مورخہ 16-06-2018 بمطابق 30 رمضان 1439 ہجری

سورۃ الواقعہ کی آیات 75-80 تلاوت کی گئی ہیں ۔ان کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اللہ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

(ایسا) نہیں میں قرآن کے حصوں کے نزول کی قسم کھاتا ہوں اور وہ بھاری قسم ہے اگر تم جانو۔ یقیناً یہ قرآن نفع پہنچانے والا ہے۔ محفوظ کتاب میں سوائے پاک لوگوں کے اسے کوئی نہ چھوتا۔ جہانوں کے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے۔''

آج رمضان المبارک کا آخری دن ہے۔ چونکہ پچھلے ہفتہ چاند کے مطابق جمعۃ الوداع ہونے کا امکان بھی تھا۔ چاند نظر آئے یا نہ نظر آئے، اس کے مطابق پچھلا خطبہ بھی اسی پسِ منظر میں دیا گیا اور یہ بھی جمعۃ الوداع کے حوالہ سے دیا جارہا ہے۔ ان ایام میں لیلتہ القدر بھی کچھ احباب نے پائی ہوگی مگر یہ مبارک رات سب کے لئے یکساں ہے اور اس کی برکات سب پر رحمت بن کر برستی ہیں گو کچھ خوش قسمت لوگ لیلتہ القدر کی نشانیاں پاتے ہیں مگر اصلی مقصد عبادات ہیں جو خاص کر مسجد میں اعتکاف میں بیٹھ کر کی جاتی ہیں۔ گھروں میں کی گئی عبادات بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہیں۔ سالہا سال سے چاند کا دیکھ لینا یا نہ دیکھ سکنا متنازع رہتا ہے۔ سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے جو دس راتوں کی قسم کھائی ہے اس میں رمضان کی آخری دس راتیں شامل ہیں۔ وہ تمام کی تمام بابرکت ہیں۔ جس جس نے ان راتوں میں دعائیں کی ہیں تمام دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمائے اور کیونکہ یہ قرآن کے نزول کا ماہ ہے اس لئے میں نے آج کے خطبہ کی آیات قرآن کے نزول کے متعلق ہی منتخب کی ہیں۔

پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ''میں قرآن کے حصوں کے نزول کی قسم کھاتا ہوں''۔ قسم کھانا ایسا ہے کہ یہ جو تمہارے سامنے آیتیں ہیں، ان کا مشاہدہ کرو میں ان کی گواہی دیتا ہوں'' اور یہ بہت بھاری قسم ہے اگر تم جانو'' قرآن کریم کا مسلمانوں کی زندگی میں اور ہر انسان کے لئے بھی ایک بہت اہم پیغام ہے جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کو پاتا ہے جو انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ اس کے مطابق خدا تعالیٰ نے یہ پہلی دو آیات نازل فرمائی ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب کے اُردو ترجمہ میں آیت فلا اقسم بمواقع النجوم کا مطلب (ایسا) نہیں میں قرآن کے حصوں کے نزول کی قسم کھاتا ہوں'' اور انگریزی ترجمہ میں But nay, I swear by revelation of portions (of the Quran) آیا ہے۔ اگر غور کریں تو قرآن کی عربی عبارت میں نہ لفظ قرآن اور نہ لفظ نزول کا ذکر آتا ہے۔ اس لئے عربی عبارت میں دو الفاظ یعنی ''بمواقع'' اور ''النجوم'' کی تشریح کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جب تک ان دو الفاظ کو ہم پوری طرح سمجھ نہ لیں اس آیت کی تشریح مشکل ہے۔

بمواقع کا مفہوم:

بمواقع کا مطلب یہ ہے کہ ''کسی چیز کا گرنا'' اس لئے یہ نزول کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ بارش کے گرنے میں بھی استعمال ہوتے ہیں، کوئی پرندہ اونچی اڑان پر ہو اور وہ زمین کی طرف آئے تو اس کے لئے بھی یہ الفاظ آسکتے ہیں۔ اس لئے یہ الفاظ اوپر سے نیچے آنے والی چیز پر بھی بولے جاتے ہیں۔ پھر بارش کے گرنے کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے یعنی اللہ کی جو رحمت برس رہی ہوتی ہے وہ بارش کی طرح برس رہی

ہوتی ہے۔ خدا ہر جگہ موجود ہے لیکن اوپر سے نیچے کا جو تصور ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نعمت آ رہی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے جو قرآن اُتارا وہ بھی ایک طرح سے یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ نازل کیا اور یہ نزول اس بابرکت رات میں جس کا انا انزلنه فی لیلته القدر میں ذکر آتا ہے۔

النجوم کا مفہوم:

النجوم یا نجم ستارہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اُن پودوں کو بھی نجوم کہتے ہیں جن کا تنا نہ ہو۔ اور وہ زمین پر پھیلتا جائے۔ ایسے پودے کو انگریزی میں Creeper Plant کہتے ہیں۔ یہ ایک جگہ سے اُگ جائے تو دُور دُور تک پھیل سکتا ہے۔ کسی تنے والے درخت کا آپ مشاہدہ کریں تو وہ چاہے جتنا طاقتور ہو وہ اپنے مقام سے نہیں ہلتا۔ وہ اسی جگہ قائم رہتا ہے اور تمام فوائد جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں وہ وہیں سے دے رہا ہوتا ہے۔ لوگوں کے لئے سایہ کا موجب ہوتا ہے، پرندے اس میں گھونسلے بناتے ہیں، اس پر پھل بھی اُگتے ہیں، اگر اس درخت کو کاٹ دیا جائے تو کچھ فائدے اور لئے جاتے ہیں مثلاً گھروں کے کھڑکی کے دروازے اور میز، کرسیاں بنانے کا استعمال یا پھر جلا کر کچھ فائدہ۔ کسی گھر کا درخت اس گھر میں فائدہ دیتا ہے۔ ہاں اگر ہم اس کا پھل بانٹیں تو چند لوگوں کو فائدہ دے دیتا ہے لیکن جس نے سایہ کا فائدہ لینا ہے وہ اس گھر میں آ کر فائدہ لے سکے گا۔ **لیکن قرآن کریم کا لفظ النجوم استعمال کرنا اشارہ کرتا ہے کہ وہ ایسا پودا ہے جو کہ دنیا میں ہر جگہ پہنچے گا۔ اس لفظ میں ایک پیشگوئی آ جاتی ہے کہ یہ پھیلنے والا پیغام نازل ہو رہا ہے اور یہ پھیل کر رہے گا۔ ہم سب اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے اس کے پھیلنے میں ہماری جماعت کا بہت بڑا کردار ہے کہ ہماری جماعت قرآن کا ترجمہ کر کے دنیا میں پھیلا رہی ہے۔**

''سوائے پاک لوگوں کے اس کو اور کوئی نہیں چھوتا'' کا مطلب:

سورۃ الواقعہ ہی میں آیت 79 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یمسه الا المطھرون '' سوائے پاک لوگوں کے اس کو اور کوئی نہیں چھوتا''۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ کیا صرف پاک لوگ اسے چھوئیں؟ یا کیا جو ناپاک ہے اسے قرآن چھونے کی اجازت نہیں؟ ہم جب اس کو بیرونی ممالک میں تقسیم کرتے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں لوگوں میں قرآن بانٹے جاتے ہیں تو وہ سارے کے سارے المطھرون کے زمرہ میں نہیں آتے مگر ہاں یہ ضروری ہے کہ **قرآن کو پڑھو تو ایک پاکیزگی اختیار کر کے پڑھو اور ہاتھ پاؤں دھو کر، صاف کپڑے پہنے ہوں، مسلمانوں کے لئے تو یہ حکم ہے۔ مگر جن غیر مسلموں کو آپ** تحفہ دے رہے ہوں، اُن سے آپ یہ توقع نہیں رکھ سکتے۔ یہ ہماری خواہش ہے کہ اللہ کرے کہ قرآن گھروں میں جا کر پڑھا جائے اور اُس سے اسلام کی طرف رغبت ہو۔ **تو پھر سوائے پاک لوگوں کے اسے کوئی نہیں چھوتا سے کیا مطلب لینا ہے؟** جسمانی طہارت اور صفائی یہ ایسی چیز ہے جو ظاہر نظر آتی ہے اور اس پر بڑا زور بھی دیا جاتا ہے۔ **لیکن قرآن ایک روحانی پیغام ہے۔ اس پر مسیح موعودؑ نے بہت زور بھی دیا ہے۔ اور اس کے چھونے کا مطلب بھی یہی بتایا ہے کہ جو روحانیت اس کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ انسان حاصل کرے۔**

تو پھر المطھرون کا مطلب کیا ہوا؟ اس کا آپ ڈکشنری میں مطلب دیکھیں تو معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی چیز سے گندگی کا دور ہو جانا، میل کا ہٹ جانا، پاک صاف ہو جانا اور ایسی چیز کی طرف بھی اشارہ آتا ہے کہ **جو خود پاک ہو اور وہ دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔** اس کی مثال ڈکشنری میں پانی سے دی جاتی ہے۔ پانی ایک ایسی چیز ہے جس میں گندگی نہ پھیلائی جائے تو وہ صاف رہتا ہے۔ اگر ہم پانی ابال کر بھاپ بنائیں اور پھر بھاپ کو ٹھنڈا کریں تو جو پانی بنے گا وہ شفاف حالت میں ہوگا اور یہاں تک بھی کہ اس کو ابالنے سے جراثیم تک کا خاتمہ ہو جائے گا۔

قرآن کو پانی سے تشبیہ دی گئی، بارش کی طرح نازل ہوا، وہ نہ صرف خود پاک ہے بلکہ اس میں ایک صلاحیت ہے کہ وہ پاک بھی کرتا ہے۔

اور پھر یہاں پر لفظ 'کریم' قرآن کے ساتھ آتا ہے۔ اور کریم کا مطلب ہے کہ کسی کو چیز دے اور بے عوض فائدہ پہنچائے۔ تو قرآن کا مقصد فائدہ پہنچانا

ہے۔اور بے عوض فائدہ پہنچانا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کی وجہ سے اس کو نازل کیا اور ہمیں اس نے پوری پوری صلاحتیں دیں کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں تو یہ ہمیں پاکیزگی عطا کرے۔مطہر یا پاک ہونا صرف جسمانی نہیں روحانی بھی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ جہاں پر روح، دل، دماغ کی صفائی ہو وہاں آنکھوں کی بھی صفائی حاصل کرنی پڑتی ہے۔اگر انسان اپنی آنکھوں کا غلط استعمال کرتا ہے تو پھر وہ اُنہی سے قرآن پڑھتا ہے تو اس کا اثر نہیں ہوتا۔کیونکہ جو چیز اس کی آنکھیں مشاہدہ کرتی رہتی ہیں وہ دوران تلاوت اس کے سامنے آرہی ہوتی ہیں۔

حضرت صاحبؒ نے چند کتب میں **لا یمسہ الا المطھرون** کی تشریح فرمائی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ قرآن سمجھنے کے لئے دل کو نفسانی جوش سے پاک بنانا پڑتا ہے۔اگر یوں ہوجائے تو تب اس کی روحانیت کو چھوا جاسکتا ہے۔قرآن کی تلاوت بھی اجر رکھتی ہے۔اس کا سننا بھی اجر رکھتا ہے لیکن جو اس کے معارف کو پہچانے۔وہ ایسے ایسے نکات بیان فرماتا ہے کہ انسانی سوچ دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرت صاحب ''سناتن دھرم'' میں فرماتے ہیں:

''سب دنیا کو یہ علوم نہیں ملتے، جس دل پر شیطان بولتا ہو وہاں روح القدس کیسے بولے گی۔روح القدس کا نزول لیلۃ القدر کی راتوں میں متوقع ہوتا ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو صاف کرے گا تو یہ اُس دل پر اترے گی۔دنیاوی علوم پلید سے پلید انسان بھی حاصل کرلیتا ہے'' گندے سے گندا انسان ہو۔بڑے بڑے ڈاکٹر، پروفیسر، سائنسدان سارے مومن اور مطہر نہیں ہوتے۔مگر وہ دنیاوی علوم کے ماہر ہوتے ہیں اور فاسق اور فاجر بھی مگر دینی علوم حاصل کرنے کے لئے تقویٰ اور طہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

پھر ''کرامات الصادقین'' میں فرماتے ہیں:

دقائق تک وہ پہنچتے ہیں جو فطرت کے پاک ہوں۔قرآن عام فہم بھی اور ہر گھڑی نئے علوم بھی ظاہر کرتا ہے۔

میں مثالیں دیتا رہتا ہوں کہ چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی یہ سمجھ جاتا ہے کہ قرآن میں نماز پڑھنے کا کہا گیا ہے، سچ بولنے کا کہا گیا ہے۔لیکن ہر گھڑی نئے علوم جو ظاہر ہوتے اور یہ علم آتے رہتے ہیں۔وہ پاک سیرت لوگوں پر اللہ ظاہر کرتا ہے۔رسول کریم صلعم پر یہ آیت کیوں نازل ہوئی **وقل رب زدنی علما**۔جن پر قرآن نازل ہورہا تھا اُن کو بھی یہ دعا سکھائی گئی اور ہمیں بھی قرآن پڑھتے وقت یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہیے کہ اللہ ہمارے ذہن میں اس کے معنی ڈال جن کو ہم سمجھیں۔

مزید حضرت صاحب فرماتے ہیں:

''اور یہ جو ہر گھڑی نئے علوم ظاہر کرتا ہے جو پاک فطرت لوگ حاصل کرتے ہیں روحانی نعمتیں ایمان کے بعد کامل ایمان والوں کو ملا کرتی ہیں''

کتاب ''حمامۃ البشریٰ'' میں ایک بہت ہی باریک نکتہ لکھا گیا ہے کہ **فلا اُقسم بموقع النجوم** اس میں نجوم کو اگر نجم لیا جائے یعنی ستارے۔اس کا یہ مطلب نکلے گا کہ ستاروں کی طرح بلند کتاب ہے۔اور ستاروں کی طرح ناسمجھ کو دور اور چھوٹی سی چیز نظر آتی ہے۔قرآن کریم دعوت دیتا ہے کہ سوچ بچار کرو، ان چھوٹے چھوٹے ستاروں میں کیا کیا چیزیں پائی جائیں گی۔اور قرآن کریم جو ناسمجھ کو ایک چھوٹے سے ستارے کی طرح نظر آتا ہے، مگر وہ پاکیزہ سیرت والوں کو ستاروں سے بھی بڑا اور خزانوں سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔انسان کے اندر جتنی پاکیزگی ہوگی اتنی معرفت ہوگی۔

کتاب اعجاز المسیح کے صفحہ 45 میں حضرت صاحب لکھتے ہیں:

''ولی قرآن سے نکلتا ہے اور قرآن ولی سے نکلتا ہے'' میں اس کو یوں سمجھا تا ہوں کہ انسان تب ولی بنے گا جب وہ قرآن کو سمجھ سمجھ کر پڑھ کر اور اس کے اوپر عمل کر کے معرفت حاصل کرے تو وہ قرآن کے اندر سے ایسے ایسے نکات نکالے گا جس سے قرآن کی تشریح میں اس کی سمجھ میں تمام دنیا اور کائنات کے لئے اضافہ ہوتا چلا جائے گا لہٰذا قرآن کے ذریعہ انسان نے ولایتِ الٰہی حاصل کی اور اس کے دل میں جو معارف القرآن اللہ ڈالے اُن سے قرآن کے علم میں انسانوں میں اضافہ ہوا۔

سورۃ الحجر میں قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ **انا نحن نزلنا الذکر ونحن له لحفظون** ۔"ہم نے خود یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

اللہ کی طرف سے قرآن کی حفاظت یوں ممکن بنائی گئی کہ قرآن شروع سے ہی لکھا گیا۔رسول کریم صلعم کی ہدایت کے مطابق مرتب کیا گیا اس کا دور ہر رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ہوتا رہا۔چھوٹے چھوٹے بچوں سے لے کر بڑے بڑے بوڑھوں تک قرآن کی تلاوت نمازوں میں کرتے رہے اور کوئی غلطی سرزد ہوتی تو پیچھے اصلاح کرنے والے درجنوں حافظ موجود ہوتے۔ رسول کریم صلعم کو خود یہ حفظ تھا اور رمضان میں وہ جبرائیل علیہ السلام کو سناتے تھے اور اپنے وصال کے سال دو مرتبہ سنایا۔لیکن جو اس کی تشریح میں شک کی گنجائش ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے حفاظت دے رکھی ہے اپنے مجددین کے سلسلہ کے ذریعہ مجدد کا ایک بہت بڑا فرض یہ ہے کہ وہ آئے اور قرآن کی صحیح صحیح تشریح لوگوں کو سمجھائے اور ہمارے مسیح موعود کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے قرآن کی جو تشریحات اپنی کتب اور تقاریر میں کی ہیں وہ ایک بالکل نیا پہلو تھا۔آپ نے قرآن کو پھیلانا ہمارا اولین فرض بنا دیا۔جیسے آپ کے ذریعہ قرآن کو حفاظت ملی، ہمارے اوپر اس کو پھیلانے کی ذمہ داری بنتی ہے۔اس قرآن کو پھیلانا ہے۔نہ صرف کتابی شکل میں بلکہ عمل کر کے پھیلانا ہے، اپنے آپ کو نیک بنانا ہے اور اس نیکی کی وجہ سے جو قرآن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شعور عطا فرماتا ہے اس کا فائدہ دنیا تک پہنچانا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم اپنا یہ فرض ادا کر سکیں اور قرآن کو ہم پڑھ سکیں، سمجھ سکیں، اس پر سوچ بچار کر سکیں۔اس کی تعلیم کے مطابق اپنے اعمال کو درست کر سکیں تا کہ اس میں جو پاک پانی ہے اس سے ڈھل کر خود بھی پاک ہوں اور اپنے نمونہ سے دوسروں کو پاک کرنے کا ذریعہ بھی بن سکیں۔

یہ رمضان جس کا آج آخری روز ہے۔یہ اسی مقصد کے لئے آتا ہے کہ قرآن کی طرف دوبارہ توجہ ہو جائے۔کم ہی لوگ ہوتے ہوں گے جن کے دلوں میں یہ آرزو نہ آتی ہو کہ میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں۔اس کو میں سنتا رہوں۔

قرآن کو تھوڑی اونچی آواز میں تلاوت کرنا بہتر ہوتا ہے۔حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو تھوڑی اونچی آواز میں تلاوت کرتے تھے تا کہ گھر والوں کے کانوں میں بھی یہ پاک کلام کی آواز پڑتی رہے۔

دعا:

اللہ تعالیٰ نے رمضان میں اپنا قرب حاصل کرنے کا موقع دیا۔اللہ ہماری اس قربت کو قائم رکھے اور ان لوگوں میں سے بنائے جو قرآن کی سمجھ رکھنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے اس ملک کو حفاظت میں رکھے، جو مشکل گھڑیاں تصور میں آ رہی ہیں اور جو بھیانک اداریے پڑھ کر دل میں خوف آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں بچائے۔ہماری جماعت جو ہر وقت سیاست کا نشانہ رہتی ہے اللہ اس کو اپنی حفاظت میں رکھے۔یہ تھوڑے سے لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہیں اور ہر طرح کی مشکلات کے باوجود اپنی زندگیوں میں قرآن داخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، نیک بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس جماعت کو جو اس زمانے کے امام کا پیغام آگے لے کر جا رہی ہے۔اُس کو ہر قسم کی جان و مال، عزت کی حفاظت عطا فرمائے اور اس کو قرآن سے محبت کرنے والے اور قرآن کو سمجھنے والی جماعت بنائے۔بہت سے طالب علموں نے امتحان دے رکھا ہے وہ سب دعا کرنے کو کہتے رہتے ہیں اللہ سب کو کامیابی دے۔ ہماری تمام ضرورتیں اپنے ہاں سے پوری کرے۔اللہ تعالیٰ رمضان کے بعد جو اس کے ساتھ تعلق بنا ہے اس کو قائم رکھنے میں ہماری مدد فرمائے۔بیماروں کو اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

پانچویں قسط

قرآن مجید میں انبیاءؑ کے حالات

اِن کے ذکر میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے (111:12)

حضرت امیر مولانا محمد علیؒ مرحوم ومغفور

اس عورت نے، جس نے جھوٹا الزام لگا کر حضرت یوسفؑ کو قید کروایا تھا، یہ کہہ کر اپنے قصور کا اقرار کیا ''اب سچ ظاہر ہوگیا ہے۔ میں نے ہی اس کو اس کے نفس سے پھسلانا چاہا تھا اور وہ سچا ہے'' (51:12)۔ یہ اقرار اس نے اس وقت کیا جبکہ ساتھ والی عورتوں نے، جو اس سازش میں شریک تھیں، بادشاہ مصر کے آگے یہ بیان دیا ''ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی'' (51:12)۔ غرض جب بادشاہ نے کُل عورتوں کو اپنے پاس بلا کر اُن سے حضرت یوسفؑ کے بارہ میں دریافت کیا اور بادشاہ کی تحقیق سے یہ امر کھل گیا کہ حضرت یوسفؑ بالکل بے قصور ہیں۔ اس وقت حضرت یوسفؑ نے قید خانہ میں سے نکلنا منظور کیا۔ آپ نے نہ چاہا کہ آپؑ کی حالت مشتبہ رہے بلکہ آپؑ نے اپنے دامن کو بالکل پاک اور صاف دکھا کر لوگوں کو اپنا چہرہ دکھایا۔ چنانچہ آپؑ خود ہی اس بات کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ آپؑ نے یہ تحقیقات کیوں کرائی آپؑ فرماتے ہیں'' میں نے یہ تحقیقات اس لئے کرائی ہے تا کہ میرے سابق آقا پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ میں نے اس کے گھر میں رہ کر اس کی پیٹھ کے پیچھے کسی قسم کی خیانت نہیں کی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو کامیاب نہیں کرتا (52:12)۔ کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا کہ اس پر ایسا سخت الزام بلا وجہ لگایا جائے اور وہ اپنی بریت کے لئے اور اپنے چال چلن کی صفائی کے لئے ذرا بھی کوشش نہ کرے۔ ضرور ہر ایک معزز آدمی، جو علاوہ معزز ہونے کے بے قصور بھی ہے، اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ جو قابلِ شرم الزام اس پر لگایا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ جب ایک معمولی درجہ کا شریف آدمی بھی پسند نہیں کرتا کہ ناجائز طور پر اس پر خطرناک بہتان باندھے جائیں، تو ایک نبی جو دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے، کس طرح پسند کر سکتا ہے کہ اس کا چال چلن مشتبہ حالت میں رہے۔ اس پر نہایت ہی گندے الزامات لگائے جائیں اور وہ ذرا بھی اپنی بریت کی کوشش نہ کرے۔ اس کو جھوٹے الزام لگا کر قید خانہ میں بھی ڈالا جائے اور پھر بھی وہ خاموش رہے۔ اور اس طرح اپنی خاموشی سے لوگوں کے شبہ کو اور بھی مضبوط کرے۔ اور جب اس کو اپنی بریت کا موقعہ بھی میسر آ جائے، اس وقت بھی وہ خاموشی ہی اختیار کرے اور باوجود عوام الناس کا انگشت نما بن جانے کے اپنے ہونٹوں پر سے خاموشی کی مہر کو نہ توڑے۔ ان لوگوں کو اس قدر اپنی عزت کا فکر نہیں ہوتا جتنا کہ اس بات کا فکر ہوتا ہے کہ لوگ ان کی نسبت کوئی شبہ اپنے دل میں رکھ کر اپنے تئیں ہلاک نہ کر دیں۔ اس لئے وہ اس امر کو برداشت نہیں کر سکتے کہ لوگ ان کی نسبت کوئی بدگمانی اپنے دل میں رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت احادیث میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جب آپؐ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے آپؐ کی بی بی حضرت صفیہؓ آپؐ کے پاس تشریف لائیں اور آپؐ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر گفتگو کرتی رہیں اور جب پھر اُٹھ کر چلنے لگیں تو آپؐ بھی ان کے ساتھ مسجد کے دروازہ تک تشریف لے گئے۔ وہاں انصار میں سے دو آدمی آپؐ کے پاس سے گزرے انہوں نے آپؐ کی طرف دیکھا اور آپؐ کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عرض کیا۔ آپؐ نے ان دونوں کو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ اور دیکھ لو کہ یہ میری بی بی صفیہؓ ہے۔ انہوں نے عرض کیا سُبْحَانَ اللّٰہِ یارسول اللہ یعنی ہم کب آپؐ کی نسبت کوئی بُرا گمان کر سکتے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا ''یعنی شیطان انسان کے اندر اس طرح چلتا ہے جیسا کہ خون انسان کے اندر چلتا ہے۔ اور

میں نے خوف کیا کہ شیطان تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے (اس لئے میں نے تمہیں بتلا دیا کہ یہ میری بی بی صفیہؓ ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کہاں تک محتاط ہوتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت کوئی بدظنّی پیدا نہ ہوتا وہ بدظنی ان کی ہلاکت کا موجب نہ ہو‘‘۔

غرض حضرت یوسفؑ کی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ ان پر الزام تو ایسا خطرناک لگایا جاتا اور وہ اپنی بریت کے لئے کچھ سعی نہ فرماتے! خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ آپؑ کو ایک نہایت ہی اعلیٰ موقعہ خدا تعالیٰ نے اپنی بریت ثابت کرنے کا دے دیا تھا۔ خدا تعالیٰ اپنے انبیاءؑ کے بارے میں سخت غیرت رکھتا ہے اور کبھی ممکن نہیں ہوسکتا کہ غیور خدا اپنے ایک پاک نبی اور مطہر انسان کے روشن نام سے وہ سیاہ دھبہ دور نہ کرتا جو ایک عورت اور اس کے مددگاروں کی شرارت سے لگ گیا تھا۔ ضرور خدا تعالیٰ نے ایسا کیا۔ مگر کتاب پیدائش میں کسی ایسی بریت کا ذکر تک نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو قصہ اس کتاب میں کسی لکھنے والے نے درج کیا ہے وہ ایک ناقص اور نامکمل اور ناقابل اعتماد قصہ ہے۔

دیکھو تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ بعض لوگوں نے جارج پنجم قیصر ہند کی نسبت یہ الزام شائع کیا کہ آپ نے شہزادگی کے زمانہ میں ایک بحری افسر کی لڑکی سے شادی کی تھی اور بعد میں اس کو ترک کر کے موجودہ شہزادی سے نکاح کیا اور اس لئے یہ نکاح مسیحی قانون کی رو سے ناجائز ہے۔ اگرچہ اکثر اخباروں نے اس الزام کی تردید شائع کی اور اس کو بے بنیاد بیان کیا اور عام طور پر اس کو ایک غلط اور نہایت ہی کمینہ بہتان سمجھا جاتا تھا اور اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور لوگ خوب سمجھتے تھے کہ اس الزام کے شائع کرنے والے صرف بداندیشی اور حسد کی وجہ سے ایسے اتہامات پھیلا رہے ہیں۔ پھر بھی شہنشاہ کی غیرت نے پسند نہ کیا کہ ایسے بے بنیاد الزاموں سے وہ اپنی پوری بریت ثابت کر کے اپنے شاہی دامن کو ہمیشہ کے لئے اس بہتان سے پاک نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے خود اپنا مقدمہ اپنی سلطنت کے ایک جج کے پاس بھیجا تا عدالت کے ذریعہ باقاعدہ طور پر تحقیق کی جائے کہ الزام کہاں تک درست ہے اور یہ بھی لکھا کہ اگر قوانین سلطنت مجھے اجازت دیتے تو میں خود عدالت میں حاضر ہو کر بیان دیتا۔ چنانچہ اس مقدمہ کی پوری تحقیق بہ پابندی قوانین سلطنت کی گئی اور جو اس الزام کا بانی مبانی تھا اس سے برسر اجلاس ثبوت طلب کیا گیا مگر وہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکا بلکہ شہادتوں سے یہ ثابت ہوا کہ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ (یہ واقعہ 1911ء کا ہے۔ قادیانی حضرات اس واقعہ پر غور فرمائیں۔ اس میں ان کے لئے کافی سامان بصیرت موجود ہے۔ مدیر)

اس تازہ مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شریف آدمی ایک لحہ کے لئے بھی یہ پسند نہیں کر سکتا کہ اسے خطرناک اتہامات سے متہم کیا جائے اور اسے اپنی بریت ثابت کرنے کا موقعہ بھی ملے مگر وہ اپنی بریت کے لئے کچھ بھی سعی نہ کرے۔ جب ایک شریف ایسا نہیں کر سکتا تو یوسفؑ جیسا راستباز اور مقدس اور مطہر انسان، جو نبی بھی تھا، کس طرح پسند کر سکتا تھا کہ وہ اپنی حالت کو لوگوں کی نظروں میں مشتبہ رہنے دے اور لوگوں کو موقعہ دے کہ وہ نہایت ہی خطرناک بہتان آپؑ کی طرف منسوب کریں اور آپؑ کچھ بھی کوشش نہ فرماویں کہ اپنا بری ہونا ثابت کریں! مگر کتاب پیدائش سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی کوشش نہ کی جس سے عیاں ہوتا ہے کہ کتاب پیدائش ناقص اور ناقابل اعتبار ہے۔ اور جو کچھ قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے، ہر ایک سلیم الفطرت انسان کی فطرت اس کے سچا ہونے کی گواہی دیتی ہے۔

اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن سے کتاب پیدائش کی کہانی کا ادنیٰ پن ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس سے زیادہ اس مقابلہ پر بحث کرنا موجب تطویل ہوگا۔ اس لئے اب میں ان پیشگوئیوں کی طرف رجوع کرتا ہوں جو اس سورۃ کریمہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس سورہ کریمہ میں بہت سی غیب کی خبریں (اَنۡبَآءُ الۡغَیۡبِ) بیان کی گئی ہیں۔ ان پیشگوئیوں کے دریافت کرنے کے لئے کسی بڑی سعی کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ’’حضرت یوسفؑ اور آپؑ کے بھائیوں کے حالات میں، (جو اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں) حق کی تلاش کرنے والوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں‘‘ (7:12)۔ جس زمانہ میں یہ سورۃ شریفہ نازل ہوئی اس وقت بھی ایک یوسف تھا۔ اور اس وقت بھی اس

یوسف کے بداندیش بھائی موجود تھے۔ جو اس سے عداوت رکھتے تھے اور اسے نابود کرنا چاہتے تھے۔ وہ یوسف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے مقابل میں یہاں آنحضرتؐ کے بھائی بند قریش تھے۔ اور جو واقعات آنحضرتؐ کی زندگی میں آپؐ کو پیش آئے اور ایسا ہی جو سلوک آپؐ کے بھائیوں قریش کی طرف سے آپؐ کے ساتھ ہوا۔ اور پھر آخر میں جو سلوک آپؐ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا جب ان سب پر نظر کی جائے اور پھر ان کا واقعات کے ساتھ مقابلہ کیا جائے جو حضرت یوسفؑ اور آپؐ کے بھائیوں کو پیش آئے، تو اس میں کچھ بھی شک باقی نہیں رہتا کہ وہ کون سے آنے والے واقعات تھے جن کی اس سورہ کریمہ میں قبل از وقت خبر دی گئی۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ یوسف واخوتہ کے الفاظ اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جن آنے والے واقعات کی اس سورہ کریمہ میں خبر دی گئی ہے وہ صرف آنحضرتؐ کی ذات سے ہی تعلق نہیں رکھتے بلکہ آپؐ کے بھائیوں قریش کا بھی ان میں بڑا دخل ہے۔ آنحضرتؐ اور قریش کے حالات کو حضرت یوسفؑ اور آپؑ کے بھائیوں کے تعلقات سے ایک نہایت ہی حیرت انگیز مشابہت ہے۔ اور وہ مشابہت اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ یہ کہنا بھی کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ آنحضرتؐ کو ہو بہو وہی واقعات پیش آئے جو حضرت یوسفؑ کو پیش آئے تھے۔ اور جن کو بطور پیشگوئی کے سورہ یوسف میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سورہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے ایک رؤیا دیکھا۔ جس کی تعبیر آپؑ کے باپ نے یہ بیان کی "تیرا رب تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے باتوں کی حقیقت سکھائے گا اور اپنی نعمت کو تجھ پر پورا کرے گا۔ جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو بزرگوں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ پر اپنی نعمت کو پورا کیا تھا" (6:12)۔ اسی طرح آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی۔ جس میں آپؐ کو یہ بشارت دی گئی کہ ہم تیرے ذکر اور تیری شان کو بلند کریں گے۔ اور اپنی نعمتوں کو تیرے پر ایسا ہی پورا کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے تیرے دو بزرگوں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ پر پورا کیا تھا اور جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا یہ دیکھ کر حسد بھڑکا کہ ان کا باپ اپنے اس بیٹے سے زیادہ محبت کرتا ہے اور جیسا کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹے کا رؤیا سن کر ان کو یہ نصیحت کی کہ "تیرے اس رؤیا کو سن کر، جس میں تجھے بڑے بڑے انعاموں کا وعدہ دیا گیا ہے، تیرے بھائی تیرے خلاف سازشیں کریں گے" (5:12)۔ ایسا ہی آنحضرتؐ کے ساتھ ہوا۔ جب آپؐ کے بھائیوں قریش نے دیکھا کہ ان کا آسمانی باپ ان کی نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیار کرتا ہے اور اپنی نصرت اور تائید سے اس کو روز افزوں ترقی دے رہا ہے تو اُن کا حسد بھڑکا۔ ان میں یہ تاب نہ تھی کہ آپؐ کے سلسلہ کو ترقی کرتے ہوئے دیکھیں۔ جوں جوں آپؐ کا سلسلہ ان کو بڑھتا ہوا نظر آتا تھا، ان کے حسد کی آگ زیادہ اور زیادہ بھڑکتی تھی۔ آخر جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حسد کی وجہ سے آپؑ کو نابود کرنے پر اتفاق کر لیا تھا، ایسا ہی قریش نے بھی اسی حسد کی وجہ سے یہ ارادہ کر لیا کہ اپنے بھائی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں۔

پھر جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی سازش کا آخر یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت یوسفؑ کو جنگل میں ایک تاریک کوئیں کے اندر رہنا پڑا، ایسا ہی اس مکی یوسف صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائیوں کی سازشوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپؐ کو بھی جنگل میں ایک تنگ و تار غار کے اندر رہنا پڑا۔ اور پھر جیسا کہ اس کوئیں میں حضرت یوسفؑ کو خدا تعالیٰ نے اپنی نصرت کا وعدہ دے کر تسلی دی، ایسا ہی اُس غار میں آنحضرتؐ کو خدا تعالیٰ کی نصرت کے وعدوں پر پورا یقین تھا۔ اور جب آپؐ کے یار غار حضرت ابوبکرؓ دشمنوں کو اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر گھبرائے تو آپؐ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. یعنی کچھ غم نہ کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور پھر جیسا کہ حضرت یوسفؑ کوئیں سے نکل کر ایک غیر ملک کو گئے تو وہاں خدا تعالیٰ نے آپؑ کو ایک عزت کا مقام بخشا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "اور جس شخص نے مصر والوں سے اسے خریدا اس نے اپنی جورو سے کہا کہ اس کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھنا۔ شائد یہ کسی دن ہمارے کام آوے۔ یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔ اور اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو مصر کے ملک میں جمایا اور غرض یہ تھی کہ اس کو باتوں کی حقیقت سکھائیں۔ یعنی اس کو اس بات کا تجربہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی باتیں کس طرح پوری ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے جو کام چاہتا

ہے پورا کرتا ہے" (21:12)۔ اسی طرح جب آنحضرتؐ نے غار سے نکل کر اپنے خون کے پیاسے بھائیوں سے ایک اجنبی شہر میں جا کر پناہ لی تو وہاں خدا تعالیٰ نے آپؐ کو عزت کے مقام پر پہنچایا۔

سورہ یوسف میں خدا تعالیٰ قحط کے واقعہ کو بڑی بسط کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ جو ملک مصر میں واقعہ ہوا نیز بیان کرتا ہے کہ کس طرح لوگ حضرت یوسفؑ کے پاس آ کر امداد طلب کرتے۔ یہ واقعہ بھی جیسا حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں ہوا ایسا ہی آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں ہوا۔ صحیح بخاری میں اس شدید قحط کا حال لکھا ہے جو آنحضرتؐ کے زمانہ مبارک میں واقع ہوا۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں: "جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ لوگوں نے حق کی طرف سے پیٹھ پھیر دی ہے اور آپؐ نے چاہا کہ لوگوں میں تضرع اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع پیدا ہو تو آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ تو اسی قسم کے قحط کے سال بھیج جیسے کہ یوسفؑ کے زمانہ میں تو نے بھیجے تھے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور ایسا سخت قحط پڑا جو ہر ایک چیز کو کھا گیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے چمڑے اور مردار اور لاشیں کھا کھا کر اپنا پیٹ بھرا۔ اور جب ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف نظر کرتا تو بھوک کے مارے آسمان دھواں دھار نظر آتا" (دیکھو بخاری جز اول۔ باب استسقاء) یہ قحط مدنی زمانہ میں واقع ہوا۔ مگر اس کی خبر بطور پیشگوئی کے مندرجہ ذیل مکی آیت میں موجود تھی۔ "اس دن کا منتظر رہ جب آسمان ایک کھلا کھلا دھواں لائے گا۔ یہ دھوآں لوگوں کو ڈھانپ لے گا (وہ دھوآں نہ ہوگا بلکہ) ایک دردناک عذاب ہو گا" (11-10:44)۔ چنانچہ جب اس شدید قحط کے دنوں میں لوگوں کو مارے بھوک کے آسمان دھوآں دھار نظر آنے لگا اس وقت لوگوں کو یہ آیت یاد آ گئی اور مومنوں کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی عذاب الیم ہے جس کی خبر سورہ دخان میں دی گئی تھی۔

اور جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط زدہ لوگ حضرت یوسفؑ کے پاس جاتے اور آپؑ کے ذریعہ اس مصیبت سے آرام حاصل کرتے تھے، ایسا ہی آنحضرتؐ کے زمانہ میں عرب کے لوگ اس مصیبت کی فریاد آپؐ کے پاس لاتے تھے۔ ہاں! اتنا فرق تھا کہ حضرت یوسفؑ ایک زمینی بادشاہ کے خزانوں سے غلّہ دے کر لوگوں کی امداد کرتے تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے کسی زمینی چیز کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ آپؐ نے اس بادشاہ کی طرف رجوع کیا جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ جس طریق سے آپؐ نے قحط زدہ لوگوں کی امداد کی، وہ مندرجہ بیان سے ظاہر ہے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے!

ترجمہ: "ایک آدمی جمعہ کے روز ممبر کے سامنے والے دروازے سے داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ وہ شخص کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوا، یا رسول اللہ! چوپائے ہلاک ہو گئے، راستے (پانی کی عدم دستیابی سے) منقطع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں بارش دے۔ کہا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا "اے اللہ ہمیں سیراب کر دے، اے اللہ ہمیں سیراب کر دے، اے اللہ ہمیں سیراب کر دے" سیدنا انسؓ کہتے ہیں باخدا اس وقت دور دور تک بادل دکھائی نہ دیتے تھے اور نہ ہی کوئی ہوا چل رہی تھی اور ہمارے اور سلع (پہاڑ) کے درمیان کوئی گھر بھی نہ تھا۔ کہا! تو اس (سلع پہاڑ) کے پیچھے سے ڈھال نما ایک بادل نمودار ہوا، جب وہ آسمان کے وسط میں آ گیا تو پھیل گیا اور بارش برسائی۔ کہا! باخدا ہم نے ہفتہ بھر سورج کو نہ دیکھا، پھر اسی دروازے سے وہ شخص اگلے جمعہ کو داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ کھڑے کھڑے آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یا رسول اللہ! مال و منال تباہ ہو گئے، راستے (پانی کی زیادتی کی وجہ سے) بند ہو گئے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ (بارش) روک دے۔ کہا! تو رسول اللہ صلعم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی "الٰہی! ہمارے اردگرد ہم پر نہیں، ٹیلوں، پہاڑوں، پہاڑیوں، وادیوں اور جنگلات کو سیراب کر" کہا! تو بند ہو گئی اور ہم جب نکلے تو دھوپ تھی"۔ (صحیح بخاری جز اول ابواب الاستسقاء) (مطبوعہ در اشاعت 5 نومبر 1942ء)

☆☆☆☆

سالانہ تربیتی کورس 2018ء کے موقع پر

جنرل سیکرٹری شکیل ہمایوں صاحب کی تعارفی تقریر

بمقام جامع دارالسلام لاہور

محترم حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ ! میرے عزیز بہن بھائیو! نوجوانو! میرے بچو اور تمام جماعتوں سے آئے ہوئے واعظین آپ سب کو میری طرف سے السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

جیسا کہ آپ سب احباب اور بچے جانتے ہیں کہ ہر سال تربیتی کورس سکول، کالجز کی چھٹیوں کے ایام میں منعقد کیا جاتا ہے۔اس سال تربیتی کورس کیم جولائی سے شروع ہوکر 15 جولائی تک چلے گا۔اس کورس کا آغاز 1971ء میں ایبٹ آباد سے ہوا اور اب تک یہ کورس بخوبی چلتا آرہا ہے۔اس وطن عزیز میں ایک لمبا عرصہ سے ہم کو مشکلات کا سامنا ہے خصوصاً 1974ء میں ہم مسلمانوں کو اسمبلی میں غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور 1984ء میں ایک دوسرے فیصلہ کے ذریعہ ہمیں اسلامی شعار سے طاقت کے زور پر روکنے کی کوشش کی گئی۔ان فیصلوں سے جماعت کے افراد کو انتہائی سخت مشکلات میں سے گزرنا پڑا اور بعض کمزور افراد ان حالات کا مقابلہ نہ کر سکے اور جماعت سے تعلق وابستہ نہ رکھ سکے۔لیکن آج آپ سب خواتین واحباب جو یہاں موجود ہیں اور وہ احباب جنہوں نے اس جماعت سے اپنا رشتہ قائم رکھا ہوا ہے وہ خوش نصیب ہیں جن پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہے کیونکہ آپ لوگوں نے مشکل اوقات میں اس جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑا۔آپ سب لوگ اللہ کے خاص بندے ہیں جنہوں نے تمام مشکلات اور تکلیفوں کو اللہ کی رضا کی خاطر برداشت کیا ہوا ہے۔آپ لوگوں کا مقصد اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا تک پہنچانا ہے اور آپ سب اپنی اپنی جگہ اس کام کو احسن طور پر کر رہے ہو۔

یہ تربیتی کورس بنیادی طور پر اپنے بچوں اور نوجوانوں کو اسلام اور احمدیت کی تعلیم سے روشناس کروانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی اور اخلاقی بنیادوں پر ان بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کرنا ہے۔ان پندرہ دنوں میں بہت کچھ تو نہیں سکھایا جاسکتا لیکن بچوں اور نوجوانوں کے علم واخلاق میں تھوڑی سی بھی ترقی ہوتی ہے تو ہمارے تربیتی کورس کا مقصد پورا ہوجاتا ہے۔

ہم اس تربیتی کورس کے علاوہ احسن طور پر ایک باقاعدہ ادارہ کے تحت واعظین اور معلمین کو تیار کررہے ہیں۔لیزر سکول سے تیار ہوکر اندرون ملک اور تمام دنیا کے مراکز میں اپنی ذمہ داریوں کو احسن طور پر ادا کر رہے ہیں۔ان سب چیزوں کے پیچھے آپ سب لوگوں کا نہ ٹوٹنے والا جذبہ اور ثابت قدمی ہے جو ان مشکل حالات میں آپ کو اپنے نظریہ پر قائم رکھے ہوئے ہے۔کچھ چیزیں ہیں جن کی طرف اس تربیتی کورس کی تعارفی تقریر میں بحیثیت جنرل سیکرٹری آپ سب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔یہ وہ چیزیں ہیں جو ہم سب کے لئے مفید اور کارآمد ہیں اور ہمارے لئے ضروری اور ناگزیر بھی ہیں۔سب سے پہلی چیز تو نماز ہے۔نماز ایک ایسی چیز ہے جس کی کسی صورت معافی نہیں۔باقی چیزوں میں رعایت ہوسکتی ہے لیکن نماز کے بارے میں کوتاہی ناقابل معافی ہے۔آپ کہیں پر بھی ہوں، انفرادی اور اجتماعی طور پر نماز کا اہتمام کریں۔پانچ وقت کی نماز کو اپنی عادات اور معمولات کا حصہ بنائیں۔کسی صورت بھی نماز کو نہ چھوڑیں۔آپ گھر میں ہوں، سکول جاتے ہوں، دفتر میں ہوں، کسی کام میں مصروف ہوں، نماز سے کوتاہی نہ برتیں۔ہماری جماعت کا مرکزی نقطہ ہی نماز اور قرآن ہے۔ہمارے بزرگوں نے نماز اور دعاؤں سے اللہ سے تعلق کو مضبوط کیا تھا اور اسی کے ذریعہ سے سب کچھ پایا تھا اور آج دنیا کے کناروں تک ہمارے مراکز قائم ہیں وہ ہمارے بزرگوں کی نمازوں میں درددل سے کی گئی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔آپ اللہ کے گھروں کو آباد کریں تو اللہ آپ کی

زندگیوں میں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا کر دے گا۔ اس لئے میری اپنے تمام بچوں اور نوجوانوں سے یہی درخواست اور مطالبہ ہے کہ نماز کی پابندی کو ہر حال میں یقینی بنائیں۔ میری اپنے واعظین سے بھی یہی گذارش ہے کہ اپنے اپنے علاقہ میں نماز کی پابندی اور جماعتی رابطہ کے نظام کو مضبوط بنائیں۔ دوسری بات قرآن کے ساتھ تعلق قائم کرنا ہے جس کی طرف ہمارے زمانہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ جو خود عاشقِ قرآن تھے اور ان کا سب کچھ قرآن تھا اور وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے جو کچھ پایا اس قرآن سے پایا۔

اس لئے میرے بچو اور نوجوانو!

اپنی زندگیوں میں قرآن کو شامل کرلو۔ قرآن طاقوں میں رکھنے اور غلافوں میں سجانے کے لئے نہیں، یہ پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے ہے۔ آپ کے بزرگوں نے اپنی تفاسیر کے ذریعہ اس قرآن کے خزانوں کا پتہ دیا ہے۔ مولانا محمد علیؒ، مولانا صدرالدینؒ اور دیگر بزرگانِ جماعت نے اتنا بڑا ذخیرہ چھوڑ دیا ہے کہ اگر آپ اس سے فائدہ اٹھانے کی عادت بنالیں تو آپ روحانی طور پر مالا مال ہو سکتے ہیں۔ قرآن کی بے شک ایک آیت روزانہ پڑھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے معنی و مفہوم کی طرف توجہ دیں صرف قرآن کی عربی پڑھنے سے آپ اس کے مقصد کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ جب تک آپ قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھتے آپ اس کے فوائد و ثمرات سے حصہ نہیں لے سکتے۔ یہاں دارالسلام میں روزانہ شام کو جو قرآن وحدیث و ملفوظات کا درس ہوتا ہے وہ آپ بچوں اور نوجوانوں کے لئے ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں ورنہ بزرگ تو ان ساری باتوں سے واقف ہیں اور ان پر عامل بھی ہیں۔ بزرگ بھی نئی نئی باتوں اور معارف قرآن کو سیکھتے ہیں لیکن یہ اہتمام ہم نے آپ بچوں اور نوجوانوں کے لئے کیا ہے تا کہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔ آپ قرآن کو سنیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ سب کچھ قرآن سے حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ نے دنیاوی تعلیم تو حاصل کر لی ہی ہے لیکن یاد رکھیں قرآن وہ سکھاتا ہے جو دنیا کی تعلیم بھی نہیں سکھا سکتی۔ قرآن ایسی رہنمائی ہے جس کی طرح کی کوئی رہنمائی دنیا میں موجود نہیں۔ آپ اس قرآن کو ترجمہ اور تفسیر کی مدد سے پڑھنا شروع کر دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ کیسے آپ کی زندگیوں میں تبدیلیاں رونما ہونے لگیں گی اور آپ آسانیوں اور برکتوں کے مالک بن جائیں گے۔ واعظین بھی قرآن کی تعلیم دینے میں اپنی اپنی جگہ پر انتظام کریں یہاں پر قاری فضل الٰہی صاحب اور قاری ارشد محمود صاحب بہت احسن طور پر بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اللہ ان کو ان کے کام پر جزاء عطا فرمائے۔

میری یہی دعا ہے کہ ہمارے بچے قرآن کو سیکھیں اور قرآن کو ہی اپنی زندگیوں کا رہنما بنائیں۔ ہماری جماعت کا مقصد اور منہج کیا ہے حضرت صاحب کوئی نیا دین، کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ یہ جماعت اُسی اسلام کی تعلیمات پر قائم ہے جو ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیں۔ احمدیت اسی اسلام اور اُسی قرآن کی طرف دعوت ہے جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا۔ احمدیت اس گرد کو صاف کرنے کا نام ہے جو زمانہ گزرنے کی وجہ سے اسلام پر پڑ گئی اور اسلام میں مختلف قسم کے خیالات اور رسومات شامل کر دی گئیں۔ حضرت صاحب اسی اسلام کو دوبارہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے مصروفِ عمل رہے۔ لیکن بدقسمتی سے انہی کی ذات پر لوگوں نے الزمات لگانے شروع کر دیئے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ حضرت صاحب کی جماعت ہی وہ واحد جماعت ہے جو آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے جس کا ماننا ہے کہ حضرت محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔ ان سب الزامات اور اعتراضات کا جواب آپ اسی صورت میں دے سکتے ہیں جب آپ کے پاس جماعت کے بارے میں پوری طرح آگاہی ہو اور آپ جماعت کی کتب اور تعلیم سے واقف ہوں۔

اس تربیتی کورس کو منعقد کرنے کا مقصد یہی ہے کہ جہاں آپ اسلام اور قرآن کی تعلیم سے واقفیت حاصل کریں وہاں احمدیت کے عقائد اور تعلیمات سے بھی بخوبی واقف ہوں اور فیصلہ کر سکیں کہ احمدیت کی تعلیم عین اسلام ہے اور اس سے کچھ بھی جدا نہیں۔ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے آپ پر لازم ہوتا ہے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم پر خاص توجہ دیں تا کہ آپ بقاء اور ترقی کو حاصل کر سکیں۔ اس تربیتی کورس کے نصاب کو اس دفعہ دس شرائط بیعت کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے جو قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔ ان شرائط بیعت کا ایک ایک لفظ

قرآن کی تعلیم کی عکاسی کرتا ہے۔

موجودہ تربیتی کورس کے نصاب کو محترمہ صفیہ سعید صاحبہ، ڈاکٹر عبید اللہ سعید صاحب، اسسٹنٹ سیکرٹری فضل حق صاحب، قاری ارشد محمود صاحب اور محی الدین صاحب نے مشاورت سے ترتیب دیا ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے بذات خود اس کورس کو ترتیب دینے میں رہنمائی فرمائی اور اس کی میٹنگز میں شمولیت اختیار فرماتے رہے تا کہ ایسا نصاب ترتیب دیا جاسکے جس سے بچے اور نوجوان زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کورس کا ڈھانچہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس سے احمدی نوجوان کی تمام دینی ضروریات کو پورا کیا جاسکے اور اس کو اس قابل بنایا جاسکے کہ وہ جماعت اور حضرت صاحب کے متعلق اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جواب دے سکے۔ تیسری بات جس کی طرف اس تعارفی تقریر کے ذریعہ توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ہے نظم وضبط، کوئی بھی ادارہ، جماعت، آرگنائزیشن نظم وضبط کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ہم جب تک ڈسپلن کے دائرہ میں نہیں لائیں گے اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ آپ جہاں پر بھی ہوں، کسی سکول، دفتر یا جماعت میں ہوں آپ کو نظم وضبط کی پابندی کرنی چاہیے۔ جماعت کے نظم وضبط کی جب ہم بات کرتے ہیں تو وہ نظم وضبط کیا ہے۔ جماعت کا نظم وضبط امیر کی اطاعت ہے۔ ہمارے موجودہ امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ہیں جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے دنیا کو پشت پیچھے ڈال کر کام کر رہے ہیں۔ جب کسی کو امیر یا سربراہ منتخب کرلیا جاتا ہے تو اس کی اطاعت ضروری ہوجاتی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے امیر قوم کی باتوں کو سننا بھی چاہیے اور ان پر عمل بھی کرنا چاہیے۔ ان کا ادب وتعظیم اور عزت اسی میں ہے کہ ان کی معروف کاموں میں اطاعت کی جائے۔ ہمارے امیر ہمیں معروف کاموں کا ہی حکم دیتے ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کے کہے کو سنیں اور اس پر عمل کریں۔

اس کے علاوہ عمومی طور پر دو اور باتیں ہیں جو ہماری جماعت کے لئے نقصان کا باعث ہیں ان میں سے ایک تو رشتہ ناطہ جماعت سے باہر کرنا ہے جو جماعت کے لئے نقصان کا سبب بن رہا ہے۔ ہمارے بزرگ بھی اسی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہم نے ان کے کہے پر کان نہ دھرے اور نقصان اٹھایا۔ میری ہر موقع پر اپنے دوستوں اور نوجوانوں سے یہی التجا رہتی ہے کہ شادیاں جماعت میں کریں۔ بچے خود والدین کو یہ بات کہیں کہ ہم نے شادی جماعت میں کرنی ہے جماعت سے باہر نہیں کرنی۔ جماعت سے باہر شادی کرنے کے بے تحاشا نقصانات ہیں۔ اس کی بہت ساری مثالیں آپ لوگوں کے علم میں ہیں۔ شادیوں کے بعد بہت سارے مسائل بن جاتے ہیں۔ آپ باہر شادیاں کر کے لوگوں کے طعنے اور باتیں بھی سنتے ہیں اور اپنا سکون بھی برباد کر لیتے ہیں۔ اس بات کے لئے اگر آپ کو کسی بات کی قربانی بھی دینی پڑے تو دیں۔ ہمارے بچے اور بچیاں دین اور دنیا کی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہیں ان کو چاہیے کہ آپس میں شادیوں کو فروغ دیں۔ ہمیں تبلیغ سے ممانعت نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا باہر شادیاں کرنے سے پہنچا ہے اس لئے جماعتی استحکام کی خاطر شادیاں جماعت میں کرنے کی طرف توجہ دیں۔ دوسری چیز چندہ ہے کوئی بھی جماعت فنڈز کے بغیر نہیں چل سکتی۔ ہماری جماعت کوئی کاروبار سے نہیں چلتی یہ آپ کے چندوں سے چلتی ہے۔ چندہ کو حضرت صاحب نے خود شروع کیا۔ ہر ماہ آپ کی آمدن کا دس فیصد چندہ میں دینا ضروری ہے۔ اگر ہماری جماعت کا ہر ممبر دس فیصد اپنی آمدن میں سے دے تو ہماری جماعتی ضروریات کو پورا کرنے کا کوئی مسئلہ ہی نہ رہے۔ اور ہمارا بنیادی کام قرآن کا دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ کر کے پھیلانا ہے۔ اور یہ کام کوئی معمولی کام نہیں یہ بہت بڑا کام ہے۔ یہ آپ ہی کی جماعت کا خاصا ہے کہ آپ اس کام کو سرانجام دے رہے ہیں اور مولانا محمد علیؒ نے سب سے پہلے انگلش زبان میں ترجمہ کر کے اس کام کی بنیاد ڈالی۔ ہم قرآن کی مفت تقسیم کرتے ہیں اور اس کا معاوضہ نہیں لیتے تا کہ یہ قرآن دنیا کے ہر انسان تک پہنچ جائے۔ اس کام کے کرنے پر انتہائی خطیر رقم صرف کرنا پڑتی ہے جس میں ترجمہ کروانے سے لے کر چھپوانے ، پہنچانے تک کے اخراجات شامل ہوتے ہیں۔ آپ کی جماعت کا عملی کام ہی قرآن کو پہنچانا ہے۔ آپ کا کام اس قرآن کو لوگوں تک پہنچانا ہے یہ اپنا کام خود کرے گا۔ ہم نے غیر مسلموں تک اس قرآن کو پہنچانا ہے جن تک یہ نہیں پہنچا اور اس کی صورت یہی ہے کہ ان کی زبان میں اس قرآن کو پہنچائیں اور ہم اللہ کے فضل سے یہ کام پوری لگن سے کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس ذرائع تو بہت زیادہ

نہیں لیکن آپ کے چندوں اور سالانہ اپیل سے یہ کام چل رہا ہے اور ہماری جماعت کی یہ تاریخ ہے کہ قرآن کی اشاعت کے لئے دل کھول کر دیتے ہیں اور اس کارخیر سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہماری آنے والی نسل بھی اس جذبہ سے سرشار ہو۔ ہمارے موجودہ امیر کی مکمل توجہ نوجوان نسل کی جانب ہے کیونکہ یہی آئندہ اس جماعت کی باگ ڈور کو سنبھالنے والے ہیں۔ آپ اس بات کو سمجھ لیں اور ذہن نشین کر لیں کہ آپ نے ہی اس جماعت کو چلانا ہے۔ اس لئے اپنے کردار کی تعمیر ابھی سے اپنے آپ پر فرض کر لیں۔ آپ اپنے کردار کے بل بوتے پر ہی کامیابی تک پہنچ سکتے ہیں۔ آپ ایسا کردار اپنا لیں کہ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہ نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ دھوکا دیتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں تو درست انداز میں کرتے ہیں، تول تولتے ہیں تو پورا تولتے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ ایمانداری آپ کی پہچان تھی۔ کوئی ایماندار ہوتا تو لوگ کہتے کہ اس کا پتہ کرو یہ ضرور احمدی ہوگا۔ آپ نبی اکرم صلعم کی تعلیم کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ آپ کا کردار نبیؐ کی تعلیم کا عکس اپنے اندر سموئے ہوئے ہو۔ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ اللہ کی نظر میں پسندیدہ ہو جائیں گے اور ایک بہتر مسلمان بن جائیں گے۔ اگر اللہ کی رضا آپ کو حاصل ہوگئی تو دنیا کا ہر فرد دل سے آپ کی عزت واحترام کرنے لگ جائے گا چاہے وہ آپ کا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔

تربیتی کورس کے شروع میں ہی اس بات کو سیکھ لیں اور اپنے دماغوں میں راسخ کر لیں کہ جھوٹ اور دغابازی سے نفرت کرتے ہوئے اپنے کردار کی حفاظت کرنی ہے۔ مجھے اس کا علم ہے کہ ہمارے بچے جھوٹ نہیں بولتے اور سچ سے محبت رکھتے ہیں لیکن اگر معمولی سے معمولی جھوٹ کی عادت بھی کسی بچے کے اندر ہے تو اس کو نکال باہر کریں۔ آج سے سب بچے عہد کریں کہ ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولنا اور اس کو حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے اطاعت اختیار کرنی ہے۔

اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی بہت ضروری ہے ہمارے نوجوانوں کے لئے اور وہ بیعت ہے۔ میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ سے گذارش کروں گا کہ وہ ان نوجوانوں سے بیعت لیں جنہوں نے ابھی بیعت نہیں کی اور باقی نوجوان بھی اس بیعت میں حصہ لے کر تجدید بیعت کریں۔ ہم باقی شہروں میں بھی لوگوں سے تجدید بیعت کروائیں تاکہ تمام جماعت کو اپنے مقاصد کے متعلق کیے گئے عہد کی یاددہانی ہوتی رہے۔

آخر میں میں اپنے بچوں سے درخواست کروں گا کہ ادب و آداب کا بھی خیال رکھیں۔ قرآن اور قرآنی آیات کا احترام کریں ان کو بلند مقام پر جگہ دیں۔ قرآن سے رہنمائی بھی اسی صورت میں لی جاسکتی ہے جب اس کا احترام دلوں میں ہو۔ اسی طرح مساجد کے آداب کا بھی خیال رکھیں۔ مسجد میں بولنے اور شور مچانے سے بچیں۔ مسجد سے باہر گفتگو کریں، کھیلیں لیکن مسجد میں آکر اس کے تقدس اور اس کی عزت کا خیال کریں۔ مسجد میں حتی الوسع خاموشی اختیار کریں۔ درس وتدریس کو غور سے سنیں۔ جو درس آپ کو دیا جا رہا ہوتا ہے اس پر توجہ دیں۔ درس اور خطبہ کو سنیں اور اس میں سے رہنمائی تلاش کریں۔ نماز کی صفوں میں پہلے بزرگوں کو جگہ دیں بعد میں خود کھڑے ہوں یہ آپ کی تربیت کا حصہ ہے کہ بڑوں کا احترام کریں۔ آپ اس تربیتی کورس سے یہی چھوٹی چھوٹی باتیں سیکھ کر جائیں جو بعد میں آپ کے اندر بڑی تبدیلی پیدا کریں گی۔

اپنے اساتذہ کے احترام کا بھی خیال رکھیں اور جو وہ حکم دیں اس کو مانیں۔ جو بچے استادوں کا احترام نہیں کرتے وہ کامیابی کو نہیں پاسکتے۔ استاد کی عزت تو ماں باپ سے بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ آپ کی روحانی پرورش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو دنیا و آخرت کی ترقی عطا فرمائے اور یہ تربیتی کورس آپ کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرے اور آپ کو اللہ کا قرب حاصل ہو۔ آمین

☆☆☆☆

تحریکِ احمدیت کا مختصر تعارف

لیکچر صفیہ سعید صاحبہ برموقع سالانہ تربیتی کورس 2018ء

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا مختصر تعارف

سلسلہ احمدیہ کے بانی کا نام مرزا غلام احمد ہے۔ آپؒ کی پیدائش 1837ء میں قادیان نامی گاؤں میں ہوئی جو پنجاب (بھارتی پنجاب) کے ضلع گورداسپور میں ہے۔ آپؒ کا خاندان مغل قوم برلاس ہے۔ جو فارسی النسل ہیں۔یعنی فارس (موجودہ ایران) کے رہنے والے تھے۔

ابتدائی تعلیم قادیان اور بٹالہ میں حاصل کی۔ والد کے حکم کے مطابق زمینداری کے کام بھی کئے اور سرکاری ملازمت بھی اختیار کی مگر آپ کو ذاتی طور پر ان کاموں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپ تنہائی پسند تھے اور قرآن کا مطالعہ آپ کا خاص مشغلہ تھا۔جس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں سرکاری ملازمت کررہے تھے۔اُسی زمانہ میں عیسائی مشنریوں سے آپ مناظرے کرتے رہتے تھے اور ان کے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کا ایسا جواب دیتے کہ اُنہیں میدان چھوڑنا پڑتا۔ 1868ء میں آپ واپس قادیان تشریف لے آئے۔

زندگی کے نئے دور کا آغاز

آپ کے والد کی وفات 1876ء میں ہوئی۔اس کے بعد آپ نے اپنے آپ کو مکمل طور پر دین کی خدمت کے لئے وقف کردیا۔اُس زمانہ میں ہندو مذہب کی ایک نئی تحریک کا آغاز ہوا تھا جس کا نام آریہ سماج تھا۔

1878ء میں حضرت صاحب نے آریہ سماج کے عقائد کی تردید میں متعدد مضامین لکھے جو اخبارات میں شائع ہوتے تھے اور آریہ سماج کے لیڈروں سے آپ کے کئی مباحثے بھی ہوئے جو سوال و جواب کی صورت میں ہوتے تھے۔آپ کے ان مشاغل سے آپ کا اسلام کے لئے جوش و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

کتاب براہین احمدیہ کی تصنیف

1880ء سے 1884ء تک کے زمانہ میں حضرت صاحب نے ''براہین احمدیہ'' نامی کتاب کی چار جلدیں تصنیف کیں۔ یہ آپؒ کی پہلی کتاب تھی جو بہت مقبول ہوئی۔اس میں آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ اسلام ایک سچا اور زندہ مذہب ہے۔اُس زمانہ میں اسلام سے دشمنی رکھنے والی اور اسلام کو بدنام کرکے اُسے ختم کردینے کی کوشش میں مصروف تین بڑی تحریکیں تھیں۔(۱) آریہ سماج (۲) برہموسماج اور (۳) عیسائیت۔ براہین احمدیہ میں ان کے اعتراضات اور اسلام پر حملوں کے جواب دیئے ہیں اور ان کے غلط عقائد کی تردید کی ہے۔

مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ

کتاب براہین احمدیہ میں حضرت صاحب نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد صلعم کی اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جن سے خدا تعالیٰ ہم کلام ہوگا اور بذریعہ رؤیا، کشف اور الہام اُن سے تعلق قائم کرے گا۔آپ نے

فرمایا کہ یہ سلسلہ اُمت محمدیہ میں ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ کتاب میں حضرت صاحب نے اپنے رؤیا اور کشوف بھی تحریر کئے ہیں اور اُن میں بعض کا پورا ہونا بھی دکھایا ہے۔

مجددیت کا دعویٰ

کتاب براہین احمدیہ میں آپؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اللہ کی طرف سے آپ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ آپ چودھویں صدی کے مجدد ہیں اور دین اسلام کی تائید کے لئے آپ کو کھڑا کیا گیا ہے۔ براہین احمدیہ کے علاوہ آپ نے (۲۰) بیس ہزار کی تعداد میں ایک اشتہار بھی شائع کیا۔

اس اشتہار میں سے ایک مختصر اقتباس درج ذیل ہے۔

''مصنف کو (یعنی حضرت صاحب) اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہیں اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت ومشابہت ہے۔

بیعت لینے کا اعلان یکم دسمبر 1888ء

حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کی تصنیف اور مجدد ہونے کے اعلان کے بعد چار سال تک کوئی جماعت نہیں بنائی۔ حضرت مرزا صاحب نے بطور مجدد کھڑا کیا جانے کی اصل غرض یہ قرار دی تھی کہ دین اسلام کا دوسرے تمام دینوں پر غلبہ ثابت ہو۔ سب سے پہلا رسالہ جو آپ نے اس دعویٰ کے متعلق لکھا وہ فتح اسلام ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ اسلام دنیا پر کس طرح غالب آسکتا ہے۔ اس میں اپنے آنے کی غرض کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمہ اسلام واشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور ان کی اندرونی حالت کو صاف کرنے کے ارادہ سے دُنیا میں بھیجا۔'' (فتح اسلام بار دوم صفحہ 5)

یہ بیعت ایسی نہ تھی جس کا عام طور پر صوفیوں میں رواج تھا۔ اس کی غرض اسلام کی حفاظت اور اسلام کی تبلیغ تھی اور دین سے ایسا تعلق پیدا کرنا جو تمام دوسرے تعلقات سے بلند تر تھا۔ اس بیعت کی دس شرائط ہیں جن کو مختصر طور پر ہم ایک جملہ میں بیان کر سکتے ہیں:

''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا''

دین کی تجدید کا کام جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا اس کے لئے ایک جماعت کا بنانا ضروری تھا اور جماعت کی مضبوطی ایک پختہ عہد کے بغیر نہ ہوسکتی تھی۔ آپ کے بیعت کے اعلان پر بہت سے لوگ آپ کی بیعت میں داخل ہوگئے۔

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

مجددیت کے دعویٰ کے ایک ڈیڑھ سال کے بعد آپ نے اعلان کیا کہ آپؒ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں اور کہ جس مسیح کے اس اُمت میں آنے کی پیشگوئی ہے وہ اسی اُمت کا مجدد ہوگا اور وہ آپ یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ اور یہ کہ جس مہدی کی اس امت میں آنے کی پیشگوئی ہے اس سے بھی مراد وہی مسیح ہے جو دلائل اور براہین سے اسلام کو پھیلائے گا اور ایسے مہدی کا آنا جو تلوار سے دین اسلام کو پھیلائے۔ جیسا کہ عام طور پر مشہور ہوگیا ہے غلط ہے اور قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف ہے۔

جماعت کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا گیا

ہر جماعت کا نام رکھنا لازمی ہے۔ اگر کوئی خود نام نہ رکھے گا تو لوگ خود کوئی نام رکھ لیتے ہیں یہ کسی بھی انفرادی خصوصیت کی بنا پر رکھ لیا جاتا ہے یا پڑ جاتا ہے۔ مثلاً مسلمانوں میں مختلف اماموں کے فقہ کی پیروی کی وجہ سے

مختلف نام مشہور ہیں جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ جب کوئی خصوصیت لے کر کوئی جماعت اُٹھے گی اور اگر اپنا نام نہ رکھے گی تو لوگ رکھ لیں گے۔ مثلاً سر سید احمد خان نے کوئی جماعت نہیں بنائی مگر جب اُن کے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت وجود میں آ گئی اور اُنہوں نے کوئی نام نہ رکھا تو لوگ خود اُن کو ''نیچری'' کہنے لگے۔

اسی طرح حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا کوئی نام نہ رکھا تھا۔ لوگ مرزائی اور قادیانی کہنے لگے۔

آخر فروری 1901ء میں ملک ہندوستان کی مردم شماری ہونے والی تھی تو حضرت اقدس مرزا صاحب کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ جماعت کی تعداد معلوم ہونی چاہیے اور اس کے علاوہ یہ کہ اگر آپ خود کوئی نام تجویز نہ کرتے تو مذہب کے خانے میں مرزائی یا قادیانی لکھ دیا جاتا۔ اسی دقت کو دور کرنے کے لئے آپ نے 4 نومبر 1900ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں اپنی جماعت کی خصوصیات کا ذکر کر کے گورنمنٹ سے یہ درخواست کی کہ:

''میرا اور میری جماعت کا نام مردم شماری میں مسلمان فرقہ احمد یہ لکھا جائے''

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ نام مسلمان فرقہ احمد یہ ہے صرف فرقہ احمد یہ نہیں۔

احمدی نام رکھنے کی وجہ

حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ نے نام ''احمد یہ'' کے انتخاب کی وجہ اشتہار مجریہ 4 نومبر 1901ء میں تحریر فرمائی ہے۔ اس اشتہار سے ایک اقتباس:

''وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمد یہ ہے۔۔۔ اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمد یہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلعم دنیا میں صلح اور آشتی پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلعم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسمِ محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھا لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخر زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمد یہ رکھا جائے۔

(اشتہار 4 نومبر 1900ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بانی سلسلہ احمد یہ نے اس جماعت کا نام آنحضرت صلعم کے نام احمد پر رکھا ہے۔ اور اسم احمد کو جمالی نام بتا کر سمجھایا ہے کہ اس زمانہ میں غلبہ اسلام بذریعہ دلائل ہوگا اور دین کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کی مکی زندگی کا نقشہ تھا اور دوسرے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ زمانہ اسلام کی شان و شوکت ہی نہیں بلکہ اس کی غربت کا ہے۔

جماعت کا نام آنحضرت صلعم کے پاک نام کی طرف منسوب کرنا صاف بتاتا ہے کہ حضرت اقدس اپنی شخصیت کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔

تحریکِ احمدیت کا صحیح مفہوم

احمدیت اسلام سے الگ مذہب نہیں

تحریکِ احمدیت کے متعلق ایک عام غلط فہمی اور یہ سب سے بڑی غلط فہمی ہے کہ احمدیت اسلام سے الگ مذہب ہے۔ بعض لوگ یہاں تک گمان

کرتے ہیں کہ اِن کا کلمہ یا نماز مسلمانوں سے الگ ہے یا اِن کا قبلہ یا کتاب الگ ہے۔ اِن میں کوئی حقیقت نہیں۔ اگر احمدیت کوئی الگ مذہب ہوتا تو احمدیت کا سارا کام اشاعتِ اسلام تک ہی محدود کیوں ہوتا جس قدر تبلیغ کا کام یورپ، امریکہ اور دوسرے کئی ممالک میں ہوا ہے اس کا بہت بڑا حصہ جماعت احمدیہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس قدر لٹریچر اسلام پر مسلمانوں کی طرف سے پیدا ہو رہا ہے وہ سب جماعتِ احمدیہ کا پیدا کردہ ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے پیروکاروں میں سے ایک گروہ یعنی قادیانی جماعت نے حضرت مسیح موعود کو نبی قرار دیا ہے اور عام مسلمانوں کو کافر کہا ہے۔ اور اسی عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے جماعت احمدیہ لاہور اُن سے الگ ہوگئی ہے اور وہی حضرت مسیح موعود کی حقیقی جانشین جماعت ہے جو آپ کی صحیح تعلیمات پر قائم ہے۔ مگر سوچا جائے تو جماعت قادیان یعنی موجودہ جماعت ربوہ نے بھی اپنی جماعت کے لئے کوئی الگ کلمہ تجویز نہیں کیا اور اپنے آپ کو اُمتِ مسلمہ میں شامل سمجھتے ہیں۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ احمدیت حضرت صاحب کے عقیدہ کے مطابق کوئی الگ مذہب نہ تھا اور نہ اُن کے پیروکار احمدیت کو اسلام سے الگ مذہب مانتے ہیں۔

احمدیت ایک الگ فرقہ بھی نہیں

اکثر مذاہب مذہبی اصولوں میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باعث فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً عیسائیوں کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو خدا مانتا ہے اور بعض ایسے عیسائی بھی ہیں جو عیسیٰ علیہ اسلام کو محض ایک انسان سمجھتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی خدا کو ایک ماننے والے بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جو بتوں کو پوجتے ہیں اور تیتیس (33) کروڑ دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ اِن لوگوں کے اصولوں اور اعتقاد میں اختلاف ہے اور یہ ایک مذہب کے فرقے کہلانے کے مستحق ہیں۔ اس لحاظ سے مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہیں کیونکہ اسلام میں جس قدر فرقے ہیں وہ اصول میں متحد ہیں۔ سب مسلمان ایک خدا کے قائل ہیں، سب کے سب محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔ سب کے سب ایک ہی قرآن کو خدا کا آخری پیغام مانتے ہیں۔ جس کے نسخہ میں کسی زیر اور زبر تک کا فرق نہیں۔ سب کا قبلہ ایک ہے اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ مختلف امام اپنے اپنے غور وفکر کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچتے ہیں اور بعض دوسرے پر۔ یہ فرق صرف جزوی مسائل یا فروعات میں ہے۔ اور اسلام میں فرقوں کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ فقہی مسائل میں دین اسلام سے الگ نہیں ہوتا۔ یہ صرف فروعی امور ہیں۔

فروعی امور میں اختلاف ایک رحمت ہے

حضرت نبی صلعم نے فرمایا:۔ "اختلاف اُمتی رحمتہ " کیونکہ اس سے اتحاد کے ساتھ آزادیء رائے کا رستہ کھلتا ہے۔ آزادئ رائے یا اجتہاد ایک برکت ہے۔ جس سے ہر قسم کی علمی ترقی ہوتی ہے۔ اور ہر شخص کے اندر غور وفکر کی عادت پڑتی ہے۔ مگر احمدیت کی بنیاد کسی ایسے فرضی اختلاف پر بھی نہیں رکھی گئی۔ احمدیت کا بنیادی پتھر وہی تھا جو اس کی نمایاں خصوصیت ہے

یعنی اشاعت وحفاظتِ اسلام

احمدیت کے جو کچھ فروعی اختلاف دوسرے مسلمانوں سے ہیں۔ اُن کا تعلق صرف اُن امور سے ہے جو اسلام کی اشاعت وحفاظت اسلام کے متعلق ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا جماعت بنانے کا واحد مقصد اشاعت وحفاظتِ اسلام تھا۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد جماعت بنانے سے قبل بھی اپنا بیشتر وقت اسی کام میں صرف کرتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ حکم ہوا کہ قرآن کی آیت

"ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر " کے ماتحت اشاعت اسلام کی مستقل بنیاد رکھیں تو آپ نے رسالہ فتح اسلام لکھنا شروع کیا۔ اِسی دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ ماننے کا نتیجہ اسلام کی اشاعت میں ایک رکاوٹ ہے۔ اِسی پر حضرت مرزا صاحب کے

دعویٰ کی بنیاد ہے۔اور اسی پر مسلمانوں کی طرف سے آپ کی مخالفت شروع ہوگئی۔

اگر احمدیت کو فرقہ قرار دیا جائے تو صرف انہی معنوں میں دیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں یا اسلام کی تبلیغ میں احمدیت نے کچھ خاص باتیں پیش کی ہیں۔

احمدیت اشاعت اسلام کی تحریک ہے

''تحریک احمدیہ'' اسلام میں ایک عظیم الشان تحریک ہے۔جس کی غرض مسلمانوں کے اندر اشاعت اسلام کا احساس اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے قوت پیدا کرنا ہے۔تحریک کا مقصد صرف حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود منوانا یا حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ ثابت کرنا نہیں بلکہ اصلی غرض وغایت یعنی اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا احساس پیدا کرنے کے لئے یہ صرف ذرائع ہیں۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان دعووں کو مان لینے سے انسان کے اندر ایک زبردست قوتِ ایمان پیدا ہوتی ہے جو اُس انسان کو محض اللہ کی خوشی اور رضا حاصل کرنے کے لئے اشاعت اسلام کے قابل بنا دیتی ہے۔عملی رنگ میں یہ حقیقت ہے کہ جو شخص آپ کی زندگی میں آپ کی صحبت میں بیٹھا ہو یا آپ کی وفات کے بعد آپ سے روحانی تعلق پیدا کیا ہو تو ایسے شخص کے اندر تبلیغِ اسلام کے لئے نہ صرف جوش اور محبت پیدا ہوگئی بلکہ اُس کے اندر یہ زبردست ایمان بھی پیدا ہوگیا کہ اسلام یقیناً دُنیا پر غالب آنے والا ہے۔اور اسلام کے زبردست اصولوں کے سامنے ہر ایک کو سر جھکانا پڑے گا۔تھوڑا سا غور کریں تو یہ بات آپ کو اپنی جماعت یعنی لاہور جماعتِ احمدیہ میں نمایاں نظر آئے گی کہ اس کے مُٹھی بھر افراد ہر وقت جانی اور مالی قربانیاں دینے کے لئے تیار نظر آتے ہیں۔جلسہ سالانہ کے روحانی نظارے ہوں یا تربیتی کورس میں پُرجوش شرکت آخر کس بات کا ثبوت ہے؟ یہ صرف اور صرف ایمانی قوت ہے کہ اسلام اپنی روحانی طاقت سے ساری دنیا پر غالب آجائے گا۔اور یہ روحانی قوت اور جذبہ اس یقین سے پیدا ہوتا ہے کہ جس مسیح موعود اور مہدی کے آنے کی پیش گوئیاں آنحضرت محمد ﷺ نے کیں اور جس سے اسلام کا غلبہ وابستہ ہے۔وہ مسیح ومہدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کے دعووں کو مان لینے سے ایک نئی قوتِ ایمانی انسان میں پیدا ہوتی ہے۔اور وہی قوتِ ایمانی جماعت احمدیہ کے اندر کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔حضرت مسیح موعود کو ماننے کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ اسلام ناقص تھا اور اب مسیح موعود کو مان لینے سے ہمارا دین کامل ہوگیا ہے۔دین تو اسی دن مکمل ہوگیا تھا جس دن آیت **الیوم اکملت لکم دینکمُ** کا نزول ہوا تھا۔

بخاری کی ایک حدیث ہے

الایمان یزید و نقصص

ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے

مسیح موعود کو مان لینا ایمان کو بڑھاتا ہے۔ایک زبردست ایمانی قوت پیدا کرتا ہے۔اور اگر مقصد دین کی تبلیغ ہے جیسا کہ یہی ہماری جماعت کا مقصد ہے تو یہ کام بغیر ایمانی قوت کے نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆☆

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(یکم جولائی تا 15 جولائی 2018ء)

قوموں کی ترقی اور کامیابی کے لئے جن بنیادی اقدامات کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے ان میں سب سے ضروری اور اہم اقدام اگلی نسل کی اعلیٰ بنیادوں پر تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا ہے۔ جو قومیں اپنی آنے والی نسل کی تعلیم و تربیت کو اہمیت نہیں دیتیں اور اہمال سے کام لیتی ہیں وہ دنیا میں اخلاقی، علمی اور عملی طور پر پستی کی جانب جھکتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن جو قومیں اپنے نونہالوں کی پرورش اور نشو ونما میں تعلیم وتربیت کو خاص وقعت دیتی ہیں۔ انہی میں ایسے اہل خرد، اہل الرّائے اور دانشور پیدا ہوتے ہیں جو ان قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ وہ قومیں نہ صرف صنعت وحرفت میں کمال کو حاصل کرتی ہیں بلکہ اخلاق و آداب، تہذیب وتمدن اور طرز معاشرت کے بام عروج کو چھو لیتی ہیں۔ اسی قانون فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور کے چوتھے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے 1970ء کی دہائی میں سالانہ تربیتی کورس کی بنیاد رکھی تاکہ اپنے نوخیزوں کی ذہنی بالیدگی اور افزائش کے ساتھ ساتھ اسلام کے پیش کردہ اعلیٰ نظریات سے واقفیت اور احمدیت جو کہ اسلام کی اصل تصویر پیش کرتی ہے اس کی تعلیمات سے اُن کی وابستگی پیدا کی جا سکے۔ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی یہ سوچ جماعت احمدیہ لاہور کے لئے نہایت ہی کارگر ثابت ہوئی۔ بہت سارے احباب جماعت نے اس سالانہ تربیتی کورس سے فائدہ اٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں۔ پہلے پہل یہ کورس نوجوانوں اور بڑی عمر کے افراد کے لئے تھا لیکن بعد ازاں اطفال، شعبان اور بڑی عمر کے سبھی لوگوں کے لئے اس کو مختلف حصول میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس پندرہ روزہ کورس میں تمام عمر کے لوگوں کی ذہنی و جسمانی نشوونما کے لئے اصلاحی واخلاقی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ عملی مشقوں اور کھیلوں وغیرہ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ کورس تین دہائیوں سے انتہائی احسن انداز میں اپنے مقاصد کو پورا کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس یکم جولائی تا 15 جولائی 2018ء منعقد ہوا۔

اس کورس میں اندرون ملک سے طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ بعض طلباء کے ساتھ آئے ہوئے والدین اور سرپرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت، تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول 15 سال سے زائد۔ مڈل سکول 11 تا 15 سال۔

جونیئر سکول 11 سال تک۔

جونیئر سکول کے مزید دو سیکشن بنائے گئے:

جونیئر سکول A 5 سال تک۔ جونیئر سکول B 5 تا 11 سال

اس سال تربیتی کورس کے انچارج محترم فضل حق صاحب تھے۔ انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کو کامیاب بنایا۔

اس تربیتی کورس کا آغاز حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

پہلے دن کی افتتاحی تقریب کے بعد محترم ڈاکٹر عبیداللہ سعید صاحب نے ''کامیابی کی ذہنی بنیاد'' کے موضوع پر ایک اثر انگیز ورکشاپ کروائی جو کلاسز

کے دیگر دنوں میں بھی جاری رہی۔طلباء وطالبات نے اس ورکشاپ کو انتہائی مفید پایا۔ورکشاپ کے ساتھ ساتھ باقاعدہ کلاسز کا آغاز ہوا۔

اس تربیتی کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں:

''ارکان اسلام۔قرآن اور اس کی اہمیت۔اسلام امن اور رواداری کا مذہب۔روحانی ترقی کے ذرائع۔دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔سورۃ فاتحہ کی تفسیر۔دعا کی اہمیت۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مختصر سوانح اور مقاصد۔حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کے متعلق پیشگوئیاں۔حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی۔مجددِ اعظم۔اولیاء اللہ کی مشکلات۔احمدیت کیا ہے؟۔بیعت کی اہمیت۔اعتراضات کے جوابات۔گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔اختلاف سلسلہ۔حقوق العباد۔حفظ وتجوید۔''

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے خاص نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔جس میں طلبہ و طالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی۔بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں،بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔بچوں اور نوجوانوں کے لئے فٹ بال ٹورنامنٹ کروایا گیا اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔

نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال (شبان الاحمدیہ)

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	قیادت
اوّل	ولید حسین
دوم	عبداللہ فیاض
سوم	معید حسین
چہارم	

بیڈمنٹن ٹورنامنٹ (بنات الاحمدیہ)

(مڈل گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	شمائلہ ساجد
دوم	منیبہ ذوالفقار

(سینئر گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	عمرانہ آفتاب
دوم	سلینہ عزیز

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔

بچوں کی تفریح کے لئے دارالسلام کالونی میں یوتھ ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں رسہ کشی، سپون ریس اور دیگر مختلف کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔سینئر سکول کی طالبہ ''عمرانہ آفتاب'' نے اوّل پوزیشن حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''صاحبزادہ عبداللطیف شہید شیلڈ'' اور ''ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل'' اور

دوسری پوزیشن ''عالیہ ابرار'' نے حاصل کی جس کو پروفیسر رضیہ مدد علی ''سلور میڈل'' اور انور شہید شیلڈ سالانہ دعائیہ پر دیا جائے گا۔

مڈل سکول میں اوّل پوزیشن ''دانیال احمد'' نے حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''حامدہ رحمٰن گولڈ میڈل'' اور ''پروفیسر خلیل الرحمٰن شیلڈ'' سالانہ دعائیہ پر دیں گے۔

مورخہ 15 جولائی 2018ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو شیلڈز، کیش پرائز سے نوازا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ تربیتی کورس 2018ء کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کے نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: عالیہ ابرار

دوم: عائشہ تنویر

سوئم: سیاب احمد

مڈل سکول

اول: مشہود الرحمٰن۔ دانیال احمد

دوم: فیضان بیگ

سوئم: منیبہ ذوالفقار

جونیئر سکول۔ B

اول: فیضان بیگ

دوم: محمد احمد سیال

سوئم: عبیر حسین

جونیئر سکول۔ A

اول: درِ عدن

دوم: عبدالرحمٰن

سوئم: سمیحہ ماجد

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: محمد علی

دوم: عمرانہ آفتاب

سوئم: عائشہ تنویر

مڈل سکول

اول: نذیر احمد

دوم: مجاہد احمد

سوئم: محمد احمد تنویر

جونیئر سکول۔ B

اول: عمر حیات

دوم: عبیر حسین

سوئم: محمد احمد سیال

جونیئر سکول۔ A

اول: سمیحہ ماجد

دوم: عبدالرحمٰن

سوئم: ہائقہ عاصم

تحریری امتحان

سینئرسکول

اول: عمرانہ آفتاب

دوم: عالیہ ابرار

سوئم: مظفر احمد سیال

مڈل سکول

اول: دانیال احمد

دوم: احمد نذیر

سوئم: محمد احمد تنویر

جونیئرسکول۔ B

اول: عبیر حسین

دوم: محمد احمد

سوئم: عائشہ رحمٰن

جونیئرسکول۔A

اول: سمیحہ ماجد۔ درِعدن

دوم: عبدالرحمٰن۔ عروج عزیز

سوئم: ہائقہ جاوید۔ فاطمہ مناہل

☆☆☆☆

گندم کے چند دانے

عامر عزیز (امام برلن)

رحیم یار خان میں بچیوں کی بھوک سے مرنے کی خبر پڑھ کر یہ خیالات فوراً ذہن میں آئے۔ اس نظم کو اُردو انجمن برلن کی محفل میں پڑھا گیا۔

میری زندگی کا حاصل فقط
گندم کے چند دانے
اے چارہ گر!
اس جہانِ آب و گل میں
بہتے دریا
تپتے صحرا
نہ میرے ہیں نہ تیرے تو
پھر کیوں؟
میری زندگی کا حاصل فقط
گندم کے چند دانے!
اے خوابوں کے سوداگر!
تیرے محل کے
دیپ جلتے رہے
جھرنے مچلتے رہے
میرا گل بدن
فقط چند دانوں کی آس میں
جلتا رہا
سلگتا رہا
کہ میری زندگی کا حاصل فقط
گندم کے چند دانے
اے واعظِ دلنواز!
دیکھا تیرا وعدہ
بہشت و نار
تیرا اناج پلاٹومی
مسلتا رہا میرا بدن موی!
کہ میری زندگی کا حاصل فقط
گندم کے چند دانے!

حج اور اس کی اہمیت

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری II)

ترجمہ: ''پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا یقیناً وہی جو مکہ میں ہے، برکت دیا گیا اور سب قوموں کے لئے ہدایت ہے۔ اس میں کھلے کھلے نشان ہیں مقام ابراہیم اور جو وہاں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج کرنا ہے اس پر جو اس تک راہ پا سکے اور جس نے انکار کیا تو اللہ جہانوں سے بے نیاز ہے۔'' (سورۃ آل عمران 97-96)

ان آیات مبارکہ میں حج کی فرضیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ لفظ الحج کے لغوی معنی ''القصد للذیارہ '' یعنی کسی چیز کی زیارت کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں اس کے معنی ضروری عبادات کی بجا آوری کے لئے بیت اللہ کو جانا۔

اسلامی عبادات میں حج بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک مشہور حدیث میں بیان ہوا ہے کہ:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے مہینے کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔'' (بخاری)

حج کی یہ عبادت بہت زیادہ اجر و ثواب کی حامل ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔ پوچھا گیا: اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد۔ پوچھا گیا: اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا: وہ حج جسے ادا کرتے ہوئے، اس کے سارے تقاضے پورے کیے گئے ہیں۔'' (متفق علیہ)

آپؐ نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا:
''اے لوگو، اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے۔ لہذا حج کرو۔ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے، پھر نہ کوئی فحش بات کرے اور نہ کوئی گناہ کرے، تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل آئے گا، جسے وہ اس روز (گناہوں سے پاک تھا) جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ اور ایک عمرے کے بعد دوسرا عمرہ، درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور وہ حج جسے ادا کرنے میں سارے تقاضے پورے کیے گئے ہوں، اس کا بدلہ، لازماً جنت ہے۔'' (متفق علیہ)

قرآن مجید نے ملت ابراہیمی کی اس عبادت کو اس کے صحیح طریقے پر پھر سے استوار کیا ہے۔ یہودیوں نے ملت ابراہیمی کے مرکز، خانہ کعبہ، حج اور بنی اسماعیل کی تاریخ مسخ کرنے کے لئے، اپنی کتاب میں اس کے تمام شواہد بگاڑ دیئے یا ان میں تحریف کر دی تھی۔ قرآن مجید نے ان کی اس حرکت پر انہیں تنبیہہ کی اور اس کے بعد فرمایا:

''اس میں کھلے نشان ہیں مقام ابراہیم اور جو وہاں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج کرنا ہے اس پر جو اس تک راہ پا سکے اور جس نے انکار کیا تو اللہ جہانوں سے بے نیاز ہے۔'' (سورۃ آل عمران 97)

وہاں واضح نشانیاں ہیں۔ مسکن ابراہیم ہے، جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے۔ اور اللہ کی خاطر، لوگوں پر، اگر وہ اس کی استطاعت رکھتے ہوں، بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ اور جس نے کفر کیا تو (جان رکھو) اللہ عالم والوں سے بالکل بے پرواہ ہے۔''

اس آیت کا یہ پہلو، اس حدیث میں بھی نمایاں ہوا ہے، جس میں آپؐ نے ان لوگوں کو تنبیہہ کی ہے جو حج نہیں کرتے دراں حالیکہ اس کی راہ میں کوئی قابل لحاظ چیز حائل نہیں ہے:

''حضرت ابوامامہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جسے حج سے کسی بڑی ضرورت، کسی ظالم حکمران، اور کسی بے بس کر دینے والے مرض نے نہیں روکا اور وہ حج کیے بغیر مر گیا تو (خدا کو اس کی پرواہ نہیں کہ) وہ مرے، خواہ یہودی ہو کر، خواہ نصرانی ہو کر۔''

اس حدیث کو قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیں تو اہل اسلام کی طرف سے حج اور شعائر حج سے بے اعتنائی کو یہودیوں اور نصرانیوں کا رویہ قرار دیتی ہے، جسے ایک مسلمان، غیر شعوری طور پر اختیار کر لیتا ہے مگر یاد رہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے افراد اس ہدایت کے تحت حج سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ظالم اور جابر حکمرانوں نے اپنی کرسی بچانے کے لئے لاکھوں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا اور قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 114 کی کھلے عام تکذیب کی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور اس سے بڑا کون ظالم ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے کہ اُن میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے اور اُن کے ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے ان کو مناسب نہ تھا کہ اُن میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔'' (سورۃ البقرہ ۲۔۱۱۴)

جماعت احمدیہ کے افراد کو گورنمنٹ کی طرف سے حج کرنے کی ممانعت کے باوجود جماعت احمدیہ لاہور کے **امیر سوئم ڈاکٹر سعید احمد خان مرحوم** نے اپنی ''ڈائری'' میں ایک تحریر لکھی جس میں انہوں نے حج کے متعلق مدلل انداز میں اپنی رائے پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں:

''احمدیوں پر حج کی ممانعت ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ یہ ظلم عظیم آخر ختم ہوگا مایوسی کی بات نہیں۔ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ۔ حج ارکان اسلام میں ہے۔ جبری ممانعت پر آزردگی قدرتی امر ہے۔ حج اور بیت اللہ کی محبت اور زیارت کی تمنا کو دلوں سے ہرگز کم نہ کرنا چاہیے۔ اس مقدس مقام کی محبت اور حج میں دلچسپی قائم رکھنا ضروری ہے۔ جن لوگوں کو اس دفعہ حج کی سعادت نصیب ہوئی (بیس لاکھ کی تعداد بتائی گئی ہے) حج مبارک ہو اللہ ہمارے لئے بھی راہیں کھول دے۔

حج کے لئے جس طرح پہلے روپیہ علیحدہ کیا جاتا یا جمع کیا جاتا تھا۔ وہ عمل اب بھی ہمیں جاری رکھنا چاہیے۔ اگر عمر بھر کے انتظار کے بعد بھی موقع نہ ملے تو یہ جمع شدہ رقم اللہ کی راہ میں کسی دینی مقصد میں خرچ کر دینی چاہیے۔ حیات گل کفش دوز دیب گراں کا واقعہ۔ اُس شخص نے حضرت صاحب کا زمانہ پایا اور قادیان جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس شخص نے چھ سو روپیہ جو حج کے لئے پیسہ پیسہ کر کے جمع کیا تھا۔ جب دوران پہلی عالمی جنگ، حج بند ہو گیا تھا۔ 1916ء میں قرآن کی تفسیر انگریزی کے سلسلہ میں بطور چندہ انجمن کو دے دیا۔ حضرت امیر مرحوم نے اپنی جلسہ سالانہ کی تقریر میں اس کا خصوصی ذکر فرمایا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا حج کے متعلق واضح فتویٰ ہے: ''جس پر حج فرض ہو چکا اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے'' (کشتی نوح ص ۱۵)

حج کی حقیقت

قرآن مجید کی روشنی میں دین پر غور کریں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس ہے۔ نفس کے چار پہلو ہیں۔ ایک پہلو نفس کا حیوانی وجود ہے، دوسرا پہلو عقلی وجود، تیسرا روحانی اور چوتھا پہلو اس کا اخلاقی وجود ہے۔ حج کی یہ عبادت نفس کے روحانی وجود کے تزکیہ کا ذریعہ ہے۔

نفس انسانی کے اللہ تعالیٰ سے تعلق کی چار اساسات ہیں۔ پہلی اساس ذکر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنا دل آباد رکھنا۔ دوسری اساس وفا ہے۔ یعنی یوم الست کی بندگی اور اطاعت کا جو عہد اس کے ساتھ کیا گیا تھا، اسے نبھانا اور اللہ کے احکام کے مطابق اپنی زندگی ڈھال لینا۔ قرآن مجید نے اسے ایک دوسرے مقام پر لفظ 'بِرّ' سے بھی تعبیر کیا ہے۔ تیسری اساس تقویٰ ہے۔ اس کے لئے قرآن مجید میں ''خشیت''، 'اخبات' اور 'قنوت' کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کی ناراضگی سے ڈرے اور اس انجام سے بچنے کی سعی کرے جو قرآن مجید میں ان لوگوں کا بیان ہوا ہے جن پر خدا غضب ناک ہوگا اور چوتھی اساس محبت ہے۔ یہی وہ اساس ہے جو بندۂ مومن کو دین کی نصرت و حمایت پر آمادہ کرتی اور اسے دین کے معاملے میں غیرت مند بناتی ہے۔ اسے اس جذبے سے سرشار کرتی ہے کہ وہ اللہ کے کلمے کو بلند رکھے اور اس غرض کے لئے اسے جان بھی دینا پڑے تو دے دے۔

ذکر اور یاد کے لئے نماز فرض کی گئی ہے۔ تا کہ بندۂ مومن اپنے شب و روز میں، زمین اور آسمان میں رونما ہونے والی ہر اہم تبدیلی پر مسجد میں حاضر ہو اور اپنے پروردگار

کے سامنے اپنا سر جھکا کر ہر دفعہ دین اور خدا کے ساتھ اپنی وابستگی تازہ کر لے۔

وفا کی علامت کی حیثیت زکوٰۃ کو حاصل ہے۔ مطلب یہ کہ بندۂ مومن اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اس طرح خرچ کرتا ہے کہ اپنی متاع عزیز بھی خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے، دوسروں کو دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور یہ رویہ ایک باوفا شخص ہی اختیار کر سکتا ہے۔

تقویٰ کی آب یاری کے لئے سال میں ایک مرتبہ ایک مہینے کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ نفلی روزے بھی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سال کے مختلف اوقات میں نفلی روزے رکھنے کا اہتمام کیا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس کی تلقین کی ہے۔ روزہ نفس انسانی کو پرہیزگاری کی تربیت دیتا ہے اور یہی چیز تقویٰ کی اساس ہے۔

محبت کا مظہر اتم جہاد ہے۔ جس میں ایک بندہ مومن اپنے رب کے لئے برسرِ پیکار ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے اگر اللہ کی خاطر اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو دریغ نہیں کرتا۔

حج، ان تمام عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ جس نے تمام عبادات کی اصل اساسات اپنے اندر جمع کر لی ہیں۔ خانہ کعبہ ہماری نمازوں کا مرکز ہے۔ وہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسی مقصد کے لئے بنائی گئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے ابراہیمؑ اور ان کی ذریت کو مکہ میں اسی لئے بسایا تھا کہ وہ میرا یہ گھر طواف، قیام اور رکوع کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں۔ حج کے لئے، اسی گھر کا قصد کیا جاتا ہے۔ نماز کا مقصد قرآن مجید میں ''اللہ کی یاد'' بیان ہوا ہے اور طواف اسی نماز کی وہ صورت ہے جو صرف خانہ کعبہ کی حاضری ہی میں ادا کی جاتی ہے۔ اس نماز میں شمع و پروانہ کی حکایت کو دہرایا جاتا ہے۔ خدا کے بندے اپنے پروردگار کو پکارتے ہوئے، اس کے گھر کے گرد پروانوں کی طرح گھومتے ہیں۔ زکوٰۃ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عبادت ہے۔ حج کا اہتمام اور اس کے زادِ راہ کے انتظام میں آدمی جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اسی جذبے کی تسکین ہے بلکہ عام آدمی تو اپنے روز مرہ کے اخراجات کم کر کے ہی حج کے مصارف پورے کرنے کا متحمل ہو پاتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا جذبہ انفاق اور بھی زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ روزے کا مقصد تقویٰ کی آبیاری ہے۔ یہ اللہ کی طرف بڑھنے، دنیوی خواہشات ترک کرنے اور اللہ کے ساتھ لو لگانے کی عبادت ہے۔ حج، یہ غرض بھی بتمام و کمال پوری کرتا ہے۔ آدمی اپنی ضروریات روک کر حج کے اخراجات کا بندوبست کرتا اور اپنے معاملات و علائق چھوڑ کر اللہ کے گھر کے لئے عازمِ سفر ہوتا ہے۔ اسی طرح ہجرت و جہاد کی عبادت بھی معصیت کی زندگی سے نکلنے اور خدا کی راہ میں سرگرم ہو جانے کے جذبے کا نام ہے۔ حج میں بھی آدمی اپنے پروردگار کے لئے گھر بار چھوڑتا اور حج کے دنوں میں ایک مجاہد کی طرح کبھی پڑاؤ اور کبھی سفر کے مراحل سے گزرتا ہے اور ان میں پیش آنے والی صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔

اگر ہم حج کے مشمولات پر نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت مشہود ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ حج ایک جامع عبادت ہے۔ احرام باندھنا، اس بات کی علامت ہے کہ ہم نے دنیا سے اپنا تعلق منقطع کر لیا اور دنیا کے معاملات چھوڑ دیئے ہیں۔ احرام کے اَن سلے لباس سے بھی یہی چیز ظاہر ہوتی ہے کہ ہم زیب و زینت کی زندگی ترک کر کے، وہ لباس پہن کر خدا کے حضور میں حاضر ہو گئے ہیں جس لباس میں مردہ قبر میں اتارا جاتا ہے۔ پھر ہماری زبان پر وہ ترانہ جاری ہو جاتا ہے جس سے ہمارے خدا کے حضور حاضری کے والہانہ جذبے کا اظہار ہوتا ہے اور جس میں ہم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں:

''حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، لاریب، شکر تیرا ہے، نعمتیں تجھ سے ہیں، اقتدار تیرا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں''

یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ شکر کا جذبہ خدا کے ساتھ تعلق کے سارے پہلوؤں میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ احرام باندھتے ہی، گویا روزے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صنفی تعلق ممنوع ہو جاتا ہے۔ شیطان جن تین راستوں سے، بالعموم، نفس انسانی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ان کا سدباب کر دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے جہاں آدابِ حج بیان کیے، وہاں اسی چیز کو موضوع بنایا ہے۔ ارشاد ہے:

''حج کے متعین مہینے ہیں، چنانچہ جس نے حج کا عزم کر لیا، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ نہ کوئی فحش بات کرے، نہ گناہ کی اور نہ لڑائی جھگڑا کرے، جو نیک کام تم کرو گے، اللہ اس سے باخبر ہے (تقویٰ) کا زادِ راہ لو، بہترین زادِ راہ تقویٰ

ہے۔اور اے عقل والو، مجھ ہی سے ڈرو۔‘‘(البقرہ ۱۹۷)

خدا کی نافرمانی، شہوانی باتیں اور لڑائی جھگڑا وہ ذرائع ہیں۔جن سے شیطان انسان کو غلط راستے پر ڈال دینے میں کامیاب ہوسکتا ہے، یہی تین چیزیں ہیں جن کی شیطان ترغیب دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کو ان سے روک کر شیطان کی دراندازی کے سارے راستے بند کردیئے ہیں۔روزہ رکھ کر جو کیفیت ایک بندے پر طاری ہوتی ہے وہی کیفیت ایک حاجی کی احرام باندھنے کے بعد ہوتی ہے۔جس طرح اس پر یہ احساس طاری ہوتا ہے کہ وہ روزے سے ہے لہٰذا اسے شہوت کی باتوں سے بچنا ہے، کھانے پینے کے قریب بھی نہیں جانا اور گناہوں سے گریزاں رہنا ہے، اسی طرح احرام بھی حاجی کو اس احساس سے سرشار رکھتا ہے کہ وہ حج کررہا ہے اور اسے برائیوں کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔اور جس طرح، روزہ دار اگر روزے کے آداب کا خیال نہ رکھے تو اسے بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح ایک حاجی بھی اپنی ساری مساعی کو گناہ کی باتوں کے باعث غارت کرسکتا ہے۔

حجر اسود کو علامت کے طور پر اللہ کا ہاتھ قرار دیا گیا ہے۔طواف کا آغاز اسے چوم کر یا اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کیا جاتا ہے۔ہاتھ چومنا یا ہاتھ پر ہاتھ رکھنا عہد معاہدے کی توثیق کا ایک طریقہ ہے۔حاجی طواف کے آغاز میں یہ عمل کرکے، بسم اللہ، اللہ اکبر، کہہ کر وہ دعا پڑھتا ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد وفا کی تجدید کی جاتی ہے:

’’اے اللہ (میں حاضر ہوں) آپ پر ایمان کی خاطر، آپ کی کتاب کی تصدیق کے لئے، آپ کا عہد پورا کرنے اور آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کے لئے۔‘‘(بیہقی طبرانی)

سعی: علامت ہے شیطان کی ترغیب سے بھاگنے اور خدا کی رضا کی جانب دوڑنے کا نام۔سعی کے لغوی معنی کوشش کے ہیں۔معروف روایات کے مطابق سعی حضرت حاجرہؓ کی اضطرابی کیفیت کی نشانی ہے۔جو انہوں نے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑ کر کی۔لیکن کچھ اور علماء کی تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کے لئے صفا پر آگے بڑھے تو شیطان نے حکم عدولی کے لئے وسوسہ ڈالا۔اس وسوسے کے برخلاف تیزی سے دوڑے اور مروہ پر پہنچ کر لخت جگر خدا کے قدموں میں ڈال دیا۔

سر منڈوانا پرانے زمانے میں غلام بننے کی علامت تھی۔جب کوئی شخص کسی کا غلام بن جاتا تو اس کا سر مونڈ دیا جاتا تھا۔حاجی اپنا سر منڈوا کر غلامی رب کا نشان سجا لیتا ہے۔

پھر، عرفات کا وقوف، درحقیقت، اپنے آپ کو خدا کے حضور میں کھڑا کردینا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ سنت قائم کی کہ خطبے اور دوپہر کی نمازوں کے بعد مغرب کی طرف رخ کرکے کھڑے ہوئے اور اس وقت تک کھڑے دعا فرماتے رہے، جب تک سورج ڈوب نہیں گیا۔اس دوران میں بندۂ مومن اپنے گناہوں کو یاد کرتا، استغفار کرتا اور دعائیں مانگتا ہے۔

مزدلفہ میں، اگرچہ وقوف تو عرفات کے مقابلے میں مختصر ہوتا ہے لیکن عرفات و مزدلفہ کے مابین یہ سفر معنوی طور پر جہاد کے سفر کی علامت بن جاتا ہے۔ایک مقام پر رکے، پڑاؤ کیا، پھر اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔اس دوران میں نمازیں بھی جہاد سے مشابہت ہی کی وجہ سے قصر پڑھی جاتی ہیں۔

جمرات کو کنکر مارنا، خدا کے دشمنوں کے ساتھ مقابلے کی علامت ہے۔اس طریقے سے بندۂ مومن خدا کے دشمنوں کے خلاف جہاد کے جذبے کا اظہار کرتا ہے۔

قربانی جہاد کا آخری پہلو ہے اس طرح کہ جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو حج میں قربانی کی صورت میں علامتی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔بندۂ مومن قربانی اس جذبے کے ساتھ کرتا ہے کہ جس طرح اس نے خدا کی خوشنودی کے لئے جانور قربان کیا ہے۔اسی طرح، اگر اس کے دین کو ضرورت پڑی، تو وہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کردے گا۔

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں سرگرمیاں

رپورٹ ماہِ جون 2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

برلین مسجد کو ''قومی عمارت'' کا درجہ مل گیا

یہ خبر انتہائی اہم اور خوشی کا باعث ہے کہ جرمنی کی وزارت کلچر اور نشر و اشاعت نے برلین مسجد کو قومی عمارت کا درجہ دے دیا ہے۔ اس کی وجہ سے اس عمارت کو سرکاری سطح پر وہ تمام مالی سہولتیں اور عزت و تکریم کے مواقع میسر ہوں گے جو جرمنی کی دیگر تاریخی اور مذہبی عمارتوں کو حاصل ہیں۔ مسجد برلین کو مونومنٹ محکمہ کی طرف سے پہلے ہی اس کی مرمت کے لئے خاص توجہ اور مالی امداد مل رہی ہے۔ پہلے یہ مالی امداد اخراجات کا 80 فیصد ملتی تھی لیکن گذشتہ چند سالوں سے حکومت کو جو مالی مشکلات کا سامنا ہے اس لئے انہوں نے اس مالی مدد کو 80 فیصد سے 20 فیصد کر دیا ہے۔ لیکن انہی گذشتہ سالوں میں مسجد کے گنبد، چھت اور اس سے ملحقہ دیواروں کی مرمت اور ان کی مضبوطی کے سلسلہ میں قابل قدر کام ہوا ہے۔ مرکزی انجمن، سلیمیٰ فاروقی ٹرسٹ پاکستان اور بیرون ملک جماعتوں نے اس سلسلہ میں بڑھ چڑھ کر عطیہ جات فراہم کئے۔ مسجد کی مرمت کے سلسلہ میں اس عرصہ میں انتہائی عمدہ طریق پر تعمیراتی کمپنی D4 نے اس کام کو سرانجام دیا ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ کافی حد تک مسجد کا بیرونی حصہ اپنی پرانی آب و تاب حاصل کر چکا ہے۔

برلین مشن میں پرانی دستاویز، کتب اور تصاویر کا تحفظ

محترمہ ڈاکٹر گرڈین یونکر صاحبہ ایک نہایت قابل، محنتی اور مخلص خاتون ہیں جو مسجد کی خدمت کے ہر موقع پر آگے آگے ہوتی ہیں انہوں نے انگریزی اور جرمن دونوں زبانوں میں مسلمانوں کے علمی ورثہ اور جرمنی میں اسلام اور مسلمانوں اور اسلام کے اثرات کے بارے میں تحقیقی کتب بھی لکھ چکی ہیں۔ وہ برلین مسجد اور مشن ہاؤس میں موجود خط و کتابت، کتب، رسائل، تصاویر وغیرہ کی تفصیل اور ترتیب پر گذشتہ کئی سالوں سے از خود کام کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اور مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب مرحوم کی امامت کے زمانے سے متعلق ریکارڈ جو چند الماریوں میں بند پڑا تھا اب ان تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ محترمہ ڈاکٹر یونکر صاحبہ نے نہایت عرق ریزی اور اپنے تجربہ کو استعمال کرتے ہوئے اس تمام ریکارڈ کو نہ صرف صاف کیا بلکہ اس کو تحریری شکل میں ترتیب دے کر محفوظ بھی کیا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے برلین یونیورسٹی کے ایک ماہر پروفیسر ڈاکٹر یورن تھیلمن صاحب کو اس ریکارڈ کے تحفظ دینے اور اس کی اہمیت کا احساس دلایا ہے۔ اور اب ڈاکٹر صاحب موصوف جو ایرلانگن سینٹر برائے اسلام برلین کے مینیجنگ ڈائریکٹر ہیں۔ ان کے تعاون سے اب اصولی طور پر یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ایک منصوبہ کے تحت برلین مسجد کا سارا ریکارڈ نہ صرف جدید طریق پر محفوظ کیا جائے گا بلکہ اس کو ''قومی محفوظ دستاویزات'' کے کمپیوٹر نیٹ ورک سے ملا دیا جائے گا۔ اور پھر یہ سارا ریکارڈ قومی ریکارڈ کا حصہ بن جائے گا جس کو بین الاقوامی سطح پر دنیا کے سکالرز تحقیق کے لئے استعمال کر سکیں گے۔

برلین مسجد میں خاص سالگرہ

2 جون۔ برلین مسجد میں اسی شہر کے ایک فاک خاندان کے افراد نے

اپنے بزرگ ترین شخص کی 90ویں سالگرہ منائی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ چونکہ مسجد کو تعمیر ہوئے بھی اس سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ ان افراد کو یہ خیال آیا کہ کیوں نہ اس اہم تقریب کو اس تاریخی عمارت میں منایا جائے اور اپنے بزرگ کے لئے اس مقدس جگہ پر درازی عمر کے لئے دعا بھی ہوجائے۔ اس خاندان کے تقریباً 50 افراد جرمنی کے مختلف علاقوں سے اس تقریب میں شرکت کے لئے آئے۔ ایک لحاظ سے مسجد میں اس سالگرہ کی تقریب انتہائی دلچسپ رہی۔

بچوں کے سکول کے طلباء برلین مسجد میں

12 جون۔ فیلی آ گورک کیتا مون شن بچوں کے سکول کے طلباء برلین مسجد دیکھنے آئے۔ بچوں نے مسجد کی خوبصورتی اور اس کی تاریخ کو دلچسپی سے سنا، خاص طور پر انہوں نے نماز ادا کرنے اور اس میں ورد کرنے والے الفاظ کے معانی کو غور سے سنا۔ سکول کی لائبریری کے لئے قرآن مجید کا جرمنی ترجمہ تحفۃً پیش کیا گیا۔

نماز عید

15 جون۔ برلین مسجد میں عید الفطر کی تقریب مذہبی جوش و جذبہ سے منائی گئی۔ برادرم عامر عزیز صاحب امام مسجد برلین نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ عید دیا۔ خطبہ میں امام صاحب نے اسلام میں رواداری اور معاشرتی تربیت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا اور اس امن پسند مذہب کے خلاف غلط تاثرات کو رد کیا۔ برلین مسجد کے اس سلسلہ میں مثبت کردار پر بھی روشنی ڈالی۔ اس تقریب میں جرمنی کے علاوہ برطانیہ، مصر، سیریا، بنگلہ دیش، ہندوستان، افغانستان، سوڈان، بوسنیا اور افریقہ کے مختلف علاقوں کے جرمنی میں رہائش پذیر لوگوں نے شرکت کی۔ ڈینش چرچ کے سربراہ نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ اس تقریب میں شرکت کی۔ آخر میں شرکاء کو کھانا پیش کیا گیا۔

بین المذاہب لوگوں کا سائیکلوں پر جلوس

24 جون۔ تمام مذہبی تنظیموں نے مل کر سائیکلوں کے جلوس کا اہتمام کیا۔ جس میں مساجد کے امام، چرچوں کے پادری، یہودیوں کے ربی، مختلف تنظیموں کے ممبران نے جوش و جذبہ سے شرکت کی اور رواداری اور باہم میل جول کے جذبہ کے بڑھاوا کی اس کوشش کو سراہا۔

برلین مسجد میں بین المذاہب تنظیم کا اجلاس

25 جون۔ ایچ۔ ڈبلیو پی ایل کی بین المذاہب تنظیم نے برلین مسجد میں اپنا ماہانہ اجلاس کیا۔ بحث کا موضوع ''ذہن کی قوت'' تھا۔ اس میں عیسائی، بدھ اور مسلمان مقررین نے اس بحث میں حصہ لیا۔ اجلاس کافی دلچسپ رہا۔

برلین مسجد میں سیکنڈری سکول کے طلباء کی آمد

26 جون۔ ہاولڈیون سیکنڈری سکول، برلین کے طلباء برلین مسجد دیکھنے آئے۔ برلین مسجد کے متعلق تعارفی پروگرام کے بعد سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ رہا۔ قرآن مجید کے جرمن زبان میں ترجمہ کی کاپیاں کچھ طلباء کو تحفۃً پیش کی گئیں۔

ایک اور سکول کے طلباء کی برلین مسجد میں آمد

27 جون۔ رائی نکن ڈورف میں جین چانڈلر سکول کے طلباء بھی برلین مسجد تشریف لائے۔ ان کو بھی برلین مسجد کی تاریخ اور سرگرمیوں کی تفصیل بتائی گئی۔ طلباء نے بھی سوال و جواب کئے اور چند طلباء کو قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی کاپیاں تحفۃً دی گئیں۔

30 جون۔ نورف نیون ہائم میں واقع ایک چرچ سے ایک گروپ برلین مسجد تشریف لایا۔ اس گروپ میں 60 افراد شامل تھے۔ اس چرچ کی پاسٹر پیر کلاس دنیلہ نے گروپ کی سربراہی کی۔ یہ علاقہ برلین سے چھ گھنٹے کے فاصلہ پر ہے۔ یہ گروپ کافی دیر تک مسجد میں رہا۔ پاسٹر صاحبہ کو قرآن مجید کا جرمن ترجمہ دیا گیا۔

☆☆☆☆

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 بنیر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

ملفوظات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ (مجدد صد چہاردہم)

دین میں نماز نہیں تو کچھ بھی نہیں

''نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! ہمیں نماز معاف فرما دی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ مویشی وغیرہ کے سبب کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔ تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں، تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے، تو ایسا ہے۔ اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلانا پھر اس سے مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔

انسان ہر وقت محتاج ہے اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اس سے خواستگار ہو کیونکہ اس کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا! ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا کی محبت، اسی کا خوف، اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔

پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا؟ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرت کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے''۔